دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا
علمی و دینی مجلہ
الحق
ماھنامہ
بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

مطبوعاتِ مؤتمر المصنّفین

کتاب	نوعیت	مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی مجلد ترتیب و تحشیہ : مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعوات حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہل حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	〃	〃 〃	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	〃	〃 〃	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروان آخرت (مجلد)	〃	〃 〃	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	〃	〃 〃		
۱۱۔ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	〃	〃 〃	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	〃	〃 〃	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	〃	〃 〃	—	——
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	〃	〃 〃	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	〃	〃 〃	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاع امام ابوحنیفہؒ (مجلد)	〃	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	〃	〃 〃	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ مجلد جلد دوم	〃	〃 〃	۲۷۲	۵۶ روپے

کتاب	نوعیت	مصنف	صفحات	قیمت
۱۹۔ ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۵۶ روپے
۲۰۔ امام اعظمؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست	〃	〃 〃	۶۴	۷
۲۱۔ خطبات حقانی (جلد اول)	〃	〃 〃	۱۲۵	۱۸
۲۲۔ کتابت اور تدوین حدیث	〃	〃 〃	۴۸	۷
۲۳۔ عہد حاضر کا چیلنج اور امت مسلمہ کے فرائض (مجلد)	〃	〃 〃	—	
۲۴۔ مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	〃	〃 〃	۳۲	۵
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	〃	〃 〃	—	
۲۶۔ امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	〃	〃 〃	--	—
۲۷۔ کشکول معرفت	〃	〃 〃	۱۱۲	۲۴
۲۸۔ الحاوی علی مشکلات الطحاوی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۲۲۴	۳۵
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	〃	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید		۱۲۰
۳۰۔ برکۃ المغازی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان		—
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی	۲۴	۱
۳۲۔ ارشادات حکیم الاسلام	〃	مولانا قاری محمد طیب قاسمی		۶
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۹۶	
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	〃	〃 〃	۱۴۴	
۳۵۔ دفاع ابوہریرہؓ	〃	〃	—	
۳۶۔ افادات حلیم		مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	
۳۷۔ حیات صدر المدرسین [illegible]	〃	〃 〃	۱۲	
۳۸۔ فضائل و مسائل جمعہ	〃	مولانا [illegible]	۹۶	

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مؤتمر المصنّفین ○ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

جلد ۲۹ شمارہ ۱۰ — ماڈل ٹاؤن

محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
جولائی ۱۹۹۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر: عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی
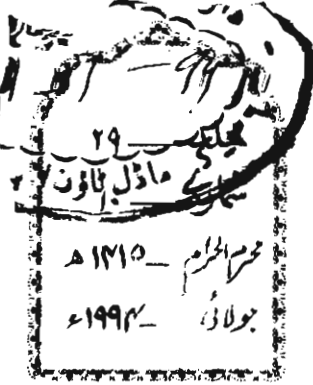
فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰ / ۴۳۵
کوڈ نمبر۔ ۵۲۲۹۰

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۲ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۲۰/- پونڈ
سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

توہینِ رسالت کے قانون میں ترمیم کا شوشہ کیوں؟

افغانستان کے دوبارہ روس بھارت کی گود میں جانے کا اندیشہ۔

گذشتہ ہفتے وزیرِ قانون اقبال حیدر کے مبینہ بیان کہ توہینِ رسالت کے قانون میں ترمیم کی جائے گی اور آئندہ کسی بھی گستاخِ رسول کو سزا نہیں دی جا سکے گی کے ردِّ عمل میں ملک بھر کے علماء اور عوام میں زبردست اضطراب پیدا ہوا اور پورے ملک میں مظاہروں، ہنگاموں اور ہڑتالوں کا سلسلہ چل نکلا جو ابھی تک جاری ہے اور بغیر کسی منظم تحریک کے پورا ملک سراپا احتجاج اور حکمرانوں کی عقلوں کا ماتم کدہ بن گیا حکومت کے ارباب بست وکشاد عقل و تدبر کے مفلس ہیں بلکہ اس کے اربابِ دانش کے تدبر کی داد دینی چاہیئے کہ مفت میں کانٹوں کا ہار اپنے گلے میں ڈال کر اسے پھندا بنا دیا۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو اب وزیرِ قانون کی طرف سے تردید آئی بعض دیگر وزراء نے بھی لیپا پوتی کرنی چاہی صدرِ مملکت کو بھی ضرورت محسوس ہوئی بالآخر ان کا ارشاد بھی اخبارات کی شہ سرخی بنا کہ پاکستان میں گستاخِ رسول کی سزا کے لیے قانون میں ترمیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــــ مگر سوال یہ ہے کہ حکومت کے ایک ذمہ دار رکن وزیرِ قانون کو ایسا بیان دینے کی جرأت کیوں ہوئی؟ آخر اسے یہ بیان دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر یہ فیصلہ کابینہ اور اس کے ترجمان کا نہیں تھا تو حکومت کا فرض تھا کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے وزیرِ موصوف کے بیان کا نوٹس لیتی اس قدر نازیبا اور خود حکومت کے لیے جان لیوا حرکت پر وزیرِ بے تدبیر سے بیک جنبشِ قلم وزارت کا قلمدان چھین لیا جاتا، صدرِ مملکت آئین کے محافظ کی حیثیت سے خود اسے اپنی آئینی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے جرأت مندانہ اقدام کرتے اور اس قدر شرمناک بیان کے مرتکب کو عبرتناک سزا دی جاتی۔

کابینہ کا فیصلہ ہو یا وزیرِ داخلہ کا بیان، ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے ڈورے کہاں جا ملتے ہیں مگر جب غیور مسلمانوں کے ہمہ گیر تعاقب نے اس فیصلے کو پنپنے نہ دیا اور چور پتھر مار کر سمجھ گیا کہ گھر کا مالک بیدار ہے تب کچھ وزیروں اور صدرِ مملکت کی جانب سے تردیدی بیانات جاری ہوئے۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ خدا جانتا ہے یا

خلو نیانِ راز۔ لیکن یہ بات بہر حال ثقہ اور متعلقہ حلقوں کی مصدقہ ہے کہ ارباب بست و کشاد اس فیصلے اور بیان سے اہل اسلام کی غیرت ایمانی اور عشق رسول کو ناپنا چاہتے تھے ۔ اس قضیۂ نامرضیہ کا پس منظر، پیش منظر اور تہہ منظر اور محرکات کیا ہیں؟ ہم اس بحث میں فی الحال نہیں پڑتے ۔ تاہم اس قسم کی حرکتوں کو ہم نے ہمیشہ فرنگی فتنہ سمجھا مگر ہمارے اپنے حکمران فرنگیوں سے بھی بڑھ کر خود اس آگ میں کود رہے ہیں ہمیں تو اس تصور سے بھی شرم آتی اور طبیعت لرز جاتی ہے کہ مغربی آقایانِ ولی نعمت، گستاخان رسول، قادیانی امت اور اعدائے اسلام کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور استعمار کی خدمت گذاری اور اپنے مشن کی وفاداری کے لیے بہترین سپاہی اور بدترین جاسوس اور اپنے آقا سے بھی زیادہ وفادار ترجمان حکومت پاکستان کی کابینہ سے ملے ناموس رسالت اور مسلمانوں کی وحدت کو تاراج کرنے کے لیے وزیر داخلہ کو بھی اسی مٹی سے اٹھایا گیا پاکستان کی تاریخ میں کابینہ کا یہ فیصلہ اور وزیر داخلہ کی ترجمانی اتنا شرمناک کارنامہ ہے کہ اس عظیم غداری کی مثال نہیں ملتی ۔ رہبر، رہزن اور محافظ ڈاکو بن گئے ہیں ان کے خط و خال برہنہ ہیں اب ان کے دشنہ و خنجر ہوتے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سانحہ سامراجی کارندوں اور سیاسی شاطروں کی مہرہ بازیوں کا کرشمہ ہے اور اس میں پرایوں کے علاوہ خود نے بھی جو کھیل رہے ہیں حکمران ہوں یا موجودہ اپوزیشن اور اس سے قبل کے قائد ایوان ہوں مغربی آقایانِ ولی نعمت نے انہیں پروان چڑھایا اور اب یہ ان ہی کی وفاداری کا مکمل نمونہ ہیں اور ان سے اسلام اور دینِ نبوت کے خلاف ہر غداری کی توقع کی جاسکتی ہے یہ لوگ سیدھی بات جانتے ہی نہیں وہ اپنے مقاصد اپنی ذات اور اپنے آقایانِ ولی نعمت کے مفادات میں اتنے محصور ہیں کہ اس کے سوا کسی عقیدے کسی دین کسی خیال کسی تحریک کسی ناموس و احترام اور کسی مسلک و مذہب کے وفادار نہیں ۔ ان کے سیاسی مقاصد جتنے بلند ہیں ان کا دینی اخلاص اتنا ہی پست ہے وہ ہمیشہ اپنے حلیفوں سے بھی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں کام نکالتے اور فرنٹ ہو جاتے ہیں ۔ گستاخ رسول کی سزا کے قانون میں ترمیم آخر کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ اشارے سے بھی گستاخی کا مرتکب کافر مرتد واجب القتل اور جہنمی ہے شریعت میں اسے واصل جہنم کرنا اور کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے ایسے شخص کا وجود امت مسلمہ کی بقا کے لیے خطرناک اور مضر ہے اسے جہنم رسید کر کے زمین کو اس کے ناپاک وجود سے نجات دلانا فرض ہے قانون میں ترمیم کر کے گستاخ سلمان رشدی کی طرح پاکستان میں بھی گستاخ رسول کو تحفظ دلانے والے عقل و تدبر سے کام لیں کہ آخر وہ اپنے آپ کو کن لوگوں کی صف میں لے جانا چاہتے ہیں انہیں اپنے دین و ایمان کی تو خیر کوئی پرواہ ہی نہیں مگر دنیا میں ان کا اپنا انجام کیا ہوگا، تاریخ انہیں کس طرح یاد کرے گی ؟ کاش ! اتنا ہی سمجھ لیتے۔

---

۲۸ رجون کو دو سال قبل طے ہونے والے معاہدہ اسلام آباد کی رو سے افغانستان میں موجودہ حکومت کی آخری تاریخ ہے اس دوران حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ انتخابات کرائے اور نئی حکومت کو اقتدار منتقل کرنے کے انتظامات کرے مگر بدقسمتی سے صدر ربانی اور وزیر اعظم حکمت... کی باہمی لڑائی اور افغان قیادت کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے نہ تو انتخابات ہوسکے اور نہ اب تک کسی فارمولے پر اتفاق رائے ہوسکا اب ۲۸ رجون کی تاریخ گذر گئی ہے، حالات جوں کے توں بلکہ بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔

افغانستان نہ صرف ہمارا ہمسایہ ملک ہی نہیں بلکہ ہم نے اس کے اسلامی اور آزادانہ تشخص کی بحالی اور غیر ملکی فوجوں کے انخلا... لیے وقت... تک ایک عظیم سپرپاور سے ٹکر بھی لی اور جہاد افغانستان میں ایک بنیادی کردار ادا کیا اس سلسلہ میں ... قربانیاں دیں اور مصائب برداشت کیے۔ عالم اسلام ہی نہیں دنیائے انسانیت کا ہر فرد اس کا قائل اور معترف ہے۔ جب کہ اس سے قبل افغانستان ظاہر شاہ کے دور حکومت میں بھارت نواز پالیسی پر عمل پیرا تھا جس کی وجہ سے پاکستان ہمیشہ مشکلات سے دوچار رہا۔ روسی انخلاء کے بعد بجا طور پر یہ توقع کی جارہی تھی کہ اب افغانستان میں حقیقی معنوں میں ایک پاکستان دوست حکومت قائم ہوگی اور پاکستان وسطی ایشیا تک رسائی اور وہاں پر دینی علمی معاشی اور ملی کاموں کے ساتھ ساتھ باہمی تعلقات، تجارت اور علاقائی استحکام میں بنیادی کردار ادا کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ افغان قیادت نے طفلانہ سوچ بلکہ فکری اضمحلال کا ثبوت دیا۔ افغان قیادت نے اپنی باہمی لڑائیوں سے نہ صرف افغانستان کے عوام کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا بلکہ اسلامی بلاک کی تشکیل کا جو امکان نظر آتا تھا اسے بھی ختم کردیا افغان قیادت کا یہ کردار ہر لحاظ سے مذموم لاکھوں شہداء کے خون سے غداری اور خود اپنے عظیم تاریخی کردار کی نفی ہے ـــــ مگر سوال یہ ہے کہ پاکستان ... جو روز اوّل سے جہاد افغانستان کو اپنا ذاتی مسئلہ سمجھ کر میدان کارزار میں ہراوّل دستے کا کردار ادا کرتا رہا۔ افغانستان میں مصالحت، قیام امن اور اس کے استحکام میں کتنی پیش رفت کی اور اپنے اخلاقی دینی قومی و ملی ہمسائیگی کے حقوق اور فریضۂ منصبی کی ادائیگی میں کیا کردار ادا کیا، اور اس سلسلہ کردار کے بعض تلخ مباحث سے قطع نظر اس وقت ... گذارش یہ ہے کہ پاکستان نے دس گیارہ سال تک مسلسل افغانستان میں جو سرمایہ کاری کی اور اس کی آزادی و خود مختاری کے لیے جو عظیم اور تاریخی قربانیاں دیں ان کا تقاضا ہے کہ ہم محض اجنبی ہمسائے اور خاموش تماشائی کا کردار ادا نہ ... یں بلکہ زمینی حقائق کا ادراک کریں پاکستان کی ... موجودہ حکومت نے پہلے کابل میں اپنا سفارت خانہ بند کیا اور اب ۲۸ رجون کے حوالے سے وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی کے بیانات بھی حد درجہ غیر ذمہ دارانہ اور حکومت پاکستان کے مستقبل کے لحاظ تاریک خارجہ پالیسی کے آئینہ دار ہیں وزیر خارجہ

گزشتہ کئی روز سے پوری دنیا کو افغانستان سے پاکستان کی لاتعلقی، عدم دلچسپی اور قیام امن میں فرضی اور صرف پسپاپوتی کا کردار ادا کرنے کا باور کرا رہے ہیں۔ حالانکہ ماضی میں پاکستان کے تاریخی کردار اور معاہدہ اسلام کے ضامن اور افغانستان کے قریب ترین پڑوسی کے طور پر پاکستان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حالات کی بہتری اور افغانستان میں قیام امن کے لیے اپنا موثر کردار ادا کرے اور اُسے حالات اور وقت کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے۔ ہماری اس احمقانہ، طفلانہ اور عاجلانہ پالیسی کے نتیجے میں افغانستان ایک بار پھر بھارت اور روس کی گود میں جا سکتا ہے یا امریکہ اسے اپنی سازشوں کا اڈہ بنا کر ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ سیکرٹری خارجہ جنہیں اس موقع پر ایک ہفتہ پہلے ہی کابل میں ہونا چاہیئے تھا وزیر اعظم کو بھی سعودی عرب سے رابطہ کرنا چاہیئے تھا۔ یوں لاتعلق نظر آتے ہیں کہ گویا یہ کوئی لاطینی امریکہ کی کسی ریاست کا مسئلہ ہے جس پر پاکستان کو صرف بیان دے کر اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیئے۔

آئرلینڈ سے حکومت پاکستان کی دلچسپی اور افغانستان سے تغافل اور لاتعلقی انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ پالیسی تو بہر حال ناقابل فہم ہے کہ دس سال تک ہم سوویت یونین کی مخالفت اور کابل کے کیمونسٹ حکمرانوں کی سازش کا ہدف بنے رہے اور اب مجاہدین اور افغان عوام سے بھی تعلق منقطع کر رہے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ بعض طاقتوں کی خواہش پر پاکستان کو ارد گرد کے پڑوسیوں اور قریب ترین دوستوں سے الگ تھلگ کیا جا رہا ہے۔ اگر خدا چشم بینا دے اور دیکھنے کی توفیق بھی دے تو اس وقت کابل بیرونی طاقتوں کی سازشوں کی آماجگاہ بن چکا ہے امریکی روسی اور بھارتی گٹھ جوڑ ہر قیمت پر اسلامی قوتوں کا راستہ روکنے کے لیے ہوا ہے امریکہ کو وسط ایشیا اور جنوبی ایشیا میں فنڈامنٹلسٹ مسلم اثرات پر تشویش ہے روس جنوب کے مسلم یلغار والے مفروضہ کے خوف میں مبتلا ہے اور افغانستان کی سرحد پر تاجکستان میں اپنی فوجیں لا بٹھائی ہیں بھارت کو اپنی سرحدوں پر مسلمان قوتوں کا ابھرنا اپنی داخلی اقلیتی قوتوں کی تقویت کا سبب محسوس ہوتا ہے۔

دریں حالات یہ خبر مسرت افزا ہے کہ تنظیم اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل جناب حامد الغابد ایک وفد لے کر پاکستان پہنچے ہیں اور دوسرے مرحلے میں وہ افغانستان بھی جائیں گے، بہر حال اس تمام تر صورت حال کا واحد جواب افغانستان میں خانہ جنگی کا فوری خاتمہ اور جہادی قوتوں کا باہمی اتحاد ہے خدا کرے کہ تنظیم اسلامی کانفرنس جنگ بندی اور خانہ جنگی کے محرکات کے ختم کرنے اور افغانوں کے باہمی اعتماد و اتحاد کے بحال کرنے میں کامیاب ہو اور خود بر سر پیکار قوتیں بھی عقل کے ناخن لیں اہل باطل کی سازشیں ناکام ہوں۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم

عبدالقیوم حقانی

افادات حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی
ضبط ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

نظامِ اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں حرمتِ متعہ، حرمت تجثیم (تعذیب ذی روح) کی توضیح اور اکل بالیمین کے برکات

ذیل میں اولاً سابقہ درسِ ترمذی شریف کا بقیہ ہے جس میں حرمتِ متعہ کی مزید توضیح اور عمل تجثیم کی حرمت کی تشریح ہے ضمن ضمن میں احادیث کی سندی بحث بھی آگئی ہے جو اگرچہ عام قارئین کی سمجھ کی نہیں ہیں تاہم اہل علم، اساتذہ اور طلبۂ علم حدیث کے نفع کی چیز ہے سابقہ درس کے افادات کے بعد ترمذی شریف کے ایک باب کا مستقل درس شریک کردیا گیا ہے ۔

سند سے متعلق بحث

عن الزھری ۔ امام زہری یہاں حدیث کے مدار ہیں ح یہ تحویل من سند الی سندٍ ہے یعنی یہ من اول الاسناد ۔ جبکہ اول الاسناد امام ترمذیؒ ہیں ۔ یہ تحویل ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ۔ پہلی سند میں چار واسطے ہیں محمد بن بشارؒ عبدالوہاب ثقفیؒ یحییٰ بن سعیدؒ اور مالک بن انسؒ گویا امام ترمذیؒ چار واسطوں سے زہریؒ تک پہنچتے ہیں ۔ جب کہ دوسری سند میں صرف دو واسطے ہیں ایک ابن عمرؓ اور دوسرے سفیان بن عیینہ جتنے بھی واسطے کم ہوتے ہیں اسی قدر سند اعلیٰ ہوتی ہے ۔

ائمہؒ اہل بیت اور متعۃ النساء سے نہی

عن عبداللہ والحسن ابنی محمد بن علی عن ابیھما عن ؓ اہل تشیع کے معتقدات غلط اور عقائد باطل ہیں پھر خداتعالیٰ نے ان کو ائمہ اہل بیت کے ذریعہ سے باطل قرار دیا ہے اس سند کے تمام راوی ائمہ اہل بیت ہیں یہ وہ ائمہ ہیں جو ائمہ اثنا عشریہ میں شامل ہیں وہی سب متعۃ النساء کا رد کرتے ہیں ۔ یہاں ایک امام عبداللہ

اور دوسرے حسن ہیں یہ دونوں محمد بن علی کے صاحبزادے ہیں، محمد بن علی، وہی مشہور محمد بن الحنفیہ ہیں ان کا ایک عظیم دینی اور سیاسی کردار اور تاریخی مقام ہے۔ انہوں نے اپنے وقت کے حکمرانوں کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ رحؒ کے ساتھ مل کر بڑی بڑی تحریکیں چلائی ہیں یہ ایک بہت بڑی داستان ہے اور تاریخ کا روشن باب ہے۔

عن ابیہما۔ یہ اب وہی محمد بن الحنفیہ رحؒ ہوئے اور وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں، گویا سب ائمہ اہل بیت ہیں۔ جو متعۃ النساء سے نہی کی روایت نقل کرتے ہیں۔

قال الزھری۔ قال کی ضمیر کا مرجع سفیان ہیں۔

تعدیلِ حسن وعبداللہ

وکان ارضاھما۔ یعنی دونوں بھائیوں عبداللہ اور حسن میں ثقاہت وعدالت اور رتبہ ومقام کے لحاظ سے زیادہ پسندیدہ حسنؒ تھے۔

ارضیٰ اسم تفضیل بمعنی مرضی کے۔ اسم تفضیل بمعنی مفعول کے خلاف القیاس آتا ہے۔ ممن ترضون من الشھداء۔ یہاں ترضون بمعنی مرضی کے ہے۔ یہ توہین وتحقیر نہیں خداداد عطیہ وعنایت اور تعیین درجات ہے جو وہ اپنے اساتذہ میں کر رہے ہیں۔

ابن عیینہ سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں وکان ارضاھما عبداللہ بن محمد گویا دونوں برابر ہوتے ایک عظیم محدث نے حسن کو پسندیدہ اور دوسرے نے عبداللہ کو حسن قرار دیا۔ دونوں کی تعدیل ہوئی۔

حرمتِ متعہ کے عدم نسخ کی مزید تائید

حرم یوم خیبر۔ یہی وہ تاویل اور استدلال تھا جس کی مزید تائید ہوئی کہ حرمتِ متعہ کا نسخ نہیں ہوا وجہ ظاہر ہے ذی ناب من السباع تو کبھی حلال نہ ہوئے وہ تو پہلے سے حرام تھے مگر پھر بھی ان کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔

اگر بالفرض حلت کی نسخ کا اعتراف کیا جائے تو مجثمہ اور ذی ناب من السباع کو بھی اسی لڑی میں پرویا جائے گا جس میں متعۃ النساء کی حرمت کے نسخ کو پرو دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے مواقع پر آپؐ نے محرمات کا اعلان کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعلانِ حرمت سے قبل ان کا حکم حلت کا تھا۔ السباع مختطف من الحیوان کو کہتے ہیں جس میں طبعاً اختطاف ہو۔ جو جبراً قہراً اور سے چھین کر غلبتہً ایک چیز کھائے۔ قال فی شرح السنۃ اراد بکل ذی ناب ما یعدو بنابہ علی الناس واموالھم کالذئب والاسد والکلب ونحوھا (تحفہ ج ۲ ص ۲۷)

حرمتِ تجثیم یعنی تعذیبِ ذی روح حرام ہے

والمجثمہ۔ جثم کہتے ہیں پیوست کرنا۔ ایک پہلوان جب دوسرے کو گرا کر اس کے سینہ پر بیٹھ کر گھٹنے ٹیک دے اور اس کی پشت زمین سے لگا دے تو جثم ہے الشیطان جاثم شیطان سینہ پر بیٹھا اور گھٹنے ٹیکے ہوئے ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں۔

ھی کل حیوانٍ ینصب ویرمی لیقتل الا انھا تکثر فی الطیر والارانب واشباہ ذلک مما یجثم فی الارض ای یلزمھا ویلتصق بھا وجثم الطائر جثوماً و ھو بمنزلۃ ابروک الابل (نہایہ)

زمانۂ جاہلیت میں تیر اندازی کے وقت ایک ذی روح چیز کو نشانہ بناتے رجب نشانہ پر رکھی ہوئی ذی روح چیز تیر کا ہدف بنتی اور زخمی ہو کر چیختی، کراہتی تو ان کو یقین ہو جاتا کہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے اسی ہدف کو مجثمہ کہتے ہیں۔ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ حیوان حلال ہو یا حرام مطلق حیوان کی اذیت و تکلیف کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ رحمۃ اللعالمین ہیں تمام کائنات کے لیے، انسان کے لیے بھی حیوان کے لیے بھی، آپ نے احادیث میں واقعات پڑھے ہوں گے اونٹوں پر شفقت کرنے مظلوم ہرن کو مالک سے چھڑانے بلی کو بندھن سے آزاد کرنے کے کیسے کیسے مشفقانہ واقعات ہیں۔ بلی کو ظلماً سزا اور تعذیب کی وجہ سے ظالم جہنم کے حقدار ٹھہرے اسی طرح ایک کتے کی پیاس بجھانے والے رحمدل انسان جنت کے مستحق بنے۔ اسلام میں حیوانات کے بھی حقوق ہیں یہ ایک مستقل باب ہے۔

بہرحال حیوانات ذی مخلب ہیں یا غیر ذی مخلب، ذی ناب ہیں یا غیر ذی ناب، ان سب کی تعذیب مجثمہ (ہدف) کے طور پر حرام ہے حتیٰ کہ خنزیر اور موذی درندوں اور ان کے بچوں کو بھی اس طرح کا ہدف بنایا جائے تو وہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح اگر ایک حلال حیوان مرغی وغیرہ ہے اگر وہ بھی تجثیم کے عمل سے ماردی جائے تو اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

معصوم بچوں پر بعض عرب شیوخ کا ظالمانہ کھیل

آج کل بعض ممالک میں عرب شیوخ اونٹوں کی دوڑ میں مقابلہ کرتے ہیں۔ اونٹوں کی مسابقت اور دوڑ کے مقابلہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان کے ساتھ باندھ دیتے ہیں جو وہ غریب ممالک سے خرید کرلاتے ہیں۔ جب اونٹ بھاگتا ہے تو وہ بچے خوف سے چیختے ہیں چلاتے ہیں جس سے اونٹ گھبرا کر اور تیز دوڑتا ہے اسی میں بچے مرجاتے ہیں اور اگر کوئی زندہ بھی بچ جائے تو اس کی

ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس کے حواس معطل ہو جاتے ہیں پھر وہ کسی بھی کام کا نہیں رہتا۔ مگر وہ بدبخت صرف اونٹ کے اوّل نمبر کے آنے کے شوق میں ظلم کی یہ بدترین روایات قائم رکھے ہوئے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ اگر بلی کا بچہ بھی اونٹ کے نیچے باندھ دیا جائے تو یہ عمل حرام ہے چہ جائے کہ انسان کا بچہ ہو۔ اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بار برداری بھی حرام ہے پھر انسان کے معصوم اور بے گناہ بچوں پر ان کی قوت برداشت سے ہزار چند بڑھ کر یہ ظلم وستم کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

گزشتہ ادوار میں جب جہاد کی ضرورت کے پیش نظر شدید حالات میں تیر اندازی سیکھنے کے لیے بغیر مجثمہ کے کوئی دوسرا چارۂ کار ہی نہ ہوتا تو جواز کی گنجائش مع الکراہت بعض حضرات نے نکالی ہے۔ مگر موجودہ دور میں نشانہ بازی کے جو جدید ترین طریقے اور آلات آئے ہیں اس قسم کے فتویٰ جواز کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

باب ما جاء فی النھی عن الاکل والشرب بالشمال

عن عبد اللہ بن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یاکل احدکم بشمالہ ولا یشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی نہ تو بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور نہ پانی پیئے کہ شیطان بھی بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے

اسلام میں تیمّن کی اہمیت اور حیثیت

حدیث باب میں بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے پینے کی ممانعت کا بیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر حالات اور اپنے عام معمولات میں تیمّن کو ترجیح دی ہے طعام خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا اس میں تیمّن کی مزید تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُحِبُّ التیمن فی طھورہ اذا تطھر وفی ترجلہ اذا ترجل وفی انتعالہ اذا انتعل (شمائل ترمذی)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے کنگھی کرنے میں تیمّن اختیار فرماتے حتیٰ کہ جوتا پہننے میں بھی دائیں کو مقدم رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت اور ہمیشہ کا معمول بیان فرمایا ہے جو ان تین چیزوں میں محصور نہیں ہے۔

ایک اصول کی توضیح اسلامی تعلیمات میں تیمن کو ان چیزوں اور ایسے امور میں ترجیح دی گئی ہے جن میں جسم کو فائدہ ہو، حسن ہو، بقا ہو کل ما کان من قبیل التکریم والتشریف و الزینۃ جو کام از قبیل اکرام و احترام ہو اس میں تیمن کو ترجیح دی جائے گی جس میں اعزاز و شرافت ہو حسن اور جمال ہو اس میں تیمن محمود ہے۔ قدرتی طور پر بعض امور افعال اور اشیاء حقیر خسیس اور گھٹیا پیدا کیے گئے ہیں جب کہ بعض شریف ہیں اعلیٰ اور عمدہ ہیں پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ پاک نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر فضیلت دی ہے قرآن مجید میں بھی اہل جنت کو اصحاب الیمین اور اہل جہنم کو اصحاب ... کہا ہے مقصود دائیں ہاتھ کی تکریم اور بائیں پر اس کو فضیلت دینا ہے۔ کپڑے پہننا از قبیل تکریم ہے ننگا رہنا، اور ننگا ہونا از قبیل شرافت و کرامت نہیں لہٰذا قمیص پہنتے وقت دائیں طرف سے شروع کیا جائے گا۔ دائیں آستین پہلے پہنی جائے گی، اتارتے وقت بائیں آستین کو پہلے نکالا جائے گا۔

پاؤں کا ڈھانکنا، پاؤں کی تکریم ہے اور ان کا ننگا کرنا از قبیل تکریم نہیں۔ لہٰذا جوتے پہنتے وقت تیمن کو ترجیح ہوگی اور اتارتے وقت بائیں جانب کو، اسی طرح سوار ہونے کا بھی یہی حکم ہے۔ سر کی کنگھی کرنا تزئین و تحسین ہے تو دائیں جانب سے شروع کی جائے گی۔

مسجد میں داخل ہونا اعزاز و شرافت اور اکرام ہے تو دایاں پاؤں پہلے داخل کرنا سنت ہے یہی اسلام کی تعلیم ہے مسجد سے نکلنا، اکرام و تعظیم نہیں تو نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا چاہیئے مسجد تو منافق کے لیے سجن رجیل خانہ) ہے اور مومن کے لیے جنت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سنتوں میں تطبیق مسجد سے نکلتے وقت جوتے پہننے پڑتے ہیں جوتے پہننا اکرام و شرافت اور اعزاز ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں مسجد سے نکالتے اور مگر جوتا نہ پہنتے دایاں پاؤں نکالتے تب دائیں پاؤں میں جوتا پہلے پہنتے بعد میں بائیں پاؤں میں جوتا پہنتے تھے اس طرح ہر دو میں اصولِ تیمن کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا۔ سلفِ صالحین اور اکابرین نے بھی اپنے معمولات میں دونوں سنتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

امور شریفہ کے لیے اعضاء شریفہ اور امور خسیسہ کے لیے اعضاء خسیسہ کا تقرر ہوا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور نبوی ارشادات میں انسان کے اندام وجوارح میں سے بعض کو امور شریفہ کیلئے بعض کو امور خسیسہ کے لیے خاص کر دیا گیا ہے نیکی اور خیر کے جملہ امور جیسا کہ عرض کیا گیا، کپڑے پہننا، دخول مسجد، کنگھی کرنا، روٹی کھانا وغیرہ میں تیامن کو تفضیل وتقدیم دی گئی ہے۔ بہر حال اس طبعی وخلقی اور شرعی فطرت کے پیش نظر ضروری ہے کہ امور شریفہ کو اعضاء شریفہ سے اور امور خسیسہ کو اعضاء خسیسہ سے انجام دیا جائے۔ بائیں ہاتھ میں ہدایات یہ ہیں کہ اس کو خسیس امور مثلاً استنجاء اور بدن کی صفائی وغیرہ میں استعمال کیا جائے، پاک صاف متبرک مقدس اور امور شریفہ کے لیے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو طعام اور کھانے پینے کے لیے استعمال فرمایا۔ اور استنجاء نجاست اور اعضاء مخصوصہ کو مس کرنے سے محفوظ رکھا بائیں ہاتھ کو نجاست اور بدن کی صفائی کے لیے مقرر فرمایا۔ اس سنتِ نبوی کا ترک ایک امر مستحب اور وضع الٰہیہ کا ترک ہے جو اساءت اور قباحت ہے

تیامن استحباب اور ترک اساءت ہے

دائیں ہاتھ کے ساتھ (اکل بالیمین) کھانا سنت ہے، بعض حضرات نے تو اسے واجب قرار دیا ہے وجوب کا یہ قول امام شوکانیؒ سے منقول ہے۔ قال الشوکانیؒ فیہ النھی عن الاکل والشرب بالشمال والنھی حقیقۃ فی التحریم کما تقرر فی الاصول لایکون لمجرد الکراھۃ فقط الا مجازا مع قیام صارف

عمر بن ابی سلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل بیمینک فرمایا ہے جو امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے فان الاصل فی الامر الوجوب مگر جمہور ائمہ اہل سنت نے استحباب کو ترجیح دی ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اس پر تصریح کی ہے۔ قال النووی وھذا اذا لم یکن عذر فان کان عذر یمنع الاکل والشرب بالیمین من مرض او جراحۃ او غیر ذلک ولا کراھۃ فی الشمال وقال فیہ استحباب الاکل والشرب بالیمین وکراھتھما بالشمال

وجہ ظاہر ہے کہ اگر وجوب تسلیم کرلیا جائے تو امت پر شدت اور تضییق آتی ہے۔ اکل وشرب بالیمین من قبیل عبادت نہیں ہے۔ جمہور کہتے ہیں یہاں امر شفقت واحسان اور استحباب کے لیے ہے احناف اسی کے قائل ہیں کہ تیامن مستحب اور ترک اساءت ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

بغیر عذر اور ضرورت کے بائیں ہاتھ سے کھانا (اکل بالشمال) مکروہ ہے۔ اگر ایک آدمی باوجود علم ومعرفت کے جان بوجھ کر بغیر عذر و ضرورت کے اکل بالشمال (بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے) تو یہ حرام ہے ایسے شخص کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تو اس شخص کے ہاتھ شل ہوگئے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلاً یاکل بشماله فقال کل بیمینك قال لا استطیع قال لا استطعت فما ارفعها الی فیه بعد۔

تاہم یہ ملحوظ رہے کہ یہ کھانے پینے کا فعل مکروہ یا حرام ہے مگر ماکول ومشروب مکروہ وحرام نہیں قرار دیا جا سکتا جو ماکولات ومشروبات حلال اور مباح ہیں وہ اس کے ارتکاب فعلِ مکروہ یا حرام سے مکروہ اور حرام نہیں ہوتے۔

البتہ مجبوری ہے۔ عذر ہے، ضرورت ہے دایاں ہاتھ نہیں ہے، بیمار ہے تو اجازت ہے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھالے۔

لا یاکلنّ جملہ خبریہ ہے اور لا یاکل نہی ہے، دونوں صحیح ہیں تاہم نہی صراحۃً کے مقابلہ میں جملہ خبریہ جو نہی کو متضمن ہو موکد ہے بشماله میں باء استعانت کے لیے ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی علتِ کراہت

فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله میں علتِ کراہت بیان کردی کہ یہ شیطانی کام ہے شیطانی امور سے اجتناب کی مسلمانوں کو تاکید ہے امام قرطبی فرماتے ہیں من فعل ذلك تشبه بالشیطان وابعد وتعسف ہر وہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور آپؐ کی سنت ہے شیطان اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی ضد پر خوش ہوتا ہے منہیاتِ شارع اسے محبوب ہیں اور مرضیاتِ شارع اور ماموراتِ شارع سے اسے نفرت ہے، خیر، حق، ہدایت اور نیکی وصالحیت سے اسے فطری بیر ہے۔

الشیطان عام ہے سید الجان اور اصل ابلیس بھی اس کا مصداق ہے اور اس کی ذریت بھی مسلمانوں کو شیطانِ مردود و مبغوض سے مشابہت سے اجتناب کی تعلیم ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم جس قوم کی تہذیب وتمدن، اخلاق واعمال اور صورت وکردار اپنا لیا جائے تو وہ اس قوم میں شمار ہوتے ہیں۔

تمام شیطانی قوتوں سے نفرت واجتناب کی ضرورت

شیطان کو کسی نے بھی نہیں دیکھا مگر شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اس کی مشابہت نہ اختیار کی جائے ہگر جن افراد یا قوموں کو ہم مشاہدۃً دیکھتے ہیں کہ بائیں ہاتھ سے کھاتے اور سنتِ نبویؐ کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کی مشابہت تو بطریقِ اولیٰ ممنوع ہونی چاہیئے۔

یہود ونصاریٰ، امریکیوں اور انگریزوں کو ہم دیکھتے ہیں۔ ان کے کردار اعمال، تہذیب وتمدن اور تعلیم اور نظام کی بنیاد ہی شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے تو ہم ان کے بود وباش اور طور طریقوں سے خود کو محفوظ رکھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اکل وشرب فطری امور ہیں فطریات میں جب شیطان اور شیطانی قوتوں سے تشبّہ حرام ہوا تو عبادات میں تو بطریقِ اولیٰ تشبّہ حرام ہے ایسا تشبّہ اختراع وبدعت ہوگا کہ ہم عبادات میں مشرکین، اہل کتاب، ہندوؤں اور بت پرستوں کے ساتھ معمولی سا تشابہ اختیار کرلیں مثلاً قبر پرستی یہ وہی مشرکین کی اصنام پرستی اور بت پرستی ہے جو شرعاً ممنوع اور شرک ہے۔

بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے کی وجہ سے شیطان بھی شریک طعام ہوجاتا ہے۔

یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ۔ میں ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ ہٖ ضمیر غائب کا مرجع احدکم ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ شیطان بھی اس کے بائیں ہاتھ سے کھانے کی وجہ سے اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتا ہے اور سب کچھ بے برکت ہوجاتا ہے باآسبیت کے لیے ہے شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے کھانے والا میرا دوست ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسلام کے امورات کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مرفوع حدیث ہے من اکل بشمالہ اکل معہ الشیطان (الحدیث)۔ قال الحافظ والاولی حمل الخبر علی ظاھرہ وان الشیطان یاکل حقیقۃ لان العقل لا یحیل ذلک وقد ثبت الخبر بہ فلا یحتاج الی تاویلہ (تحفۃ الاحوذی)

الشیطن۔ ویسے تو شیطان ہر سرکش اور شریر کو کہتے ہیں سیبو یہ جو لغتِ عربیت کے امام ہیں نے الکتاب میں کبھی اس کے نون کو زائد اور کبھی اصلی لکھا ہے (تاج العروس فصل الشین من باب الطاء) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے بصریوں کے نزدیک اس

کا وزن فیعال ہے لہٰذا اس کا نون اصلی ہے اور شطن سے مشتق ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں
اسم فاعل شاطن ہے ۔ شیطان نیکی اور حق سے دور ہے ۔ کوفیوں کے نزدیک اس کا وزن فعلان ہے
اور نون زائد ہے شاط یشیط سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہلاک ہونے کے آتے ہیں شیط کا استعمال جلنے
ہلاک ہونے ، باطل ہو جانے الغرض کئی معنوں میں ہوتا ہے شیطانِ سرکش و متمرد میں یہ ساری
صفتیں یکجا موجود ہیں وہ دنیا میں غصہ اور حسد سے جیتا مرتا ہے آخرت میں دوزخ میں جلے گا اور
ہلاک ہوگا ۔ خود غلط راہ پر چلتا ہے اوروں کو لے جاتا ہے خود باطل پر ہے غلط کار ہے ، بہرحال اس
میں یہ بھی یاد رہے کہ اس میں جلنے کے معنی حقیقی ہیں اور معنیٰ مجازی ۔

اصح ۔ کیونکہ مالک وابن عیینہ دونوں معمر اور عقیل سے اعدل ہیں ۔ دونوں کو سند میں تعدیل
وثقاہت زیادہ حاصل ہے ۔ لان مالکاً وابن عيينة اجل واوثق من معمر و
عقيل وقد تابعهما عبيد الله بن عمر ۔

مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور

طریقہ کار کا تجزیہ اور اصلاحِ حال کی راہ

آج برصغیر پاکستان و ہند اور بالخصوص تاریخ عہدِ وسطیٰ پر جن چند افراد کا نام سند کا درجہ رکھتا ہے، ان میں پروفیسر خلیق احمد نظامی (۱۹۲۵ء) شامل ہیں۔ پروفیسر صاحب امروہہ (یو۔ پی) کے تاریخی قصبے کے ایک نامور علمی و دینی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ماضی قریب کے نامور صاحبِ قلم مولانا نسیم احمد فریدی اُن کے ماموں تھے اور "حضرت مجدد کا نظریۂ توحید" کے مصنف ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اُن کے قریبی عزیزوں میں شامل ہیں۔

پروفیسر نظامی صاحب کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حبیب کا پہلے شاگرد اور پھر رفیق کار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ ۱۹۴۷ء میں مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ سے وابستہ ہوئے، شعبۂ تاریخ کے ریڈر، پرووائس چانسلر اور پھر وائس چانسلر کے منصب پر فائز رہ کر ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء کے درمیان حکومت ہند کی جانب سے شام میں بطور سفیر خدمات انجام دیں۔ پروفیسر صاحب ہندوستان اور مغربی دنیا کے کئی علمی اور تحقیقی اداروں سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اُردو اور انگریزی میں متعدد کتابوں کے ساتھ پچاس سے زائد علمی و تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو بلند پایہ جرائد، مجموعہ ہائے مقالات یا انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتب مراجع میں شامل ہیں۔ ذیل میں جناب پروفیسر صاحب کی چند بہت ہی معروف اردو کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ تاریخ مشائخِ چشت (۱۹۵۳ء) ۲۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۹۵۳ء)
۳۔ ترتیب و تدوین "خیر المجالس" (۱۹۵۵ء) ۴۔ ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ (۱۹۵۵ء)
۵۔ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات (۱۹۵۸ء) ۶۔ تاریخی مقالات (۱۹۶۶ء)
۷۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات (۱۹۶۹ء)

پروفیسر نظامی صاحب کو تحقیق و تالیف کے دوران میں مستشرقین کے اندازِ تحقیق کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ برصغیر کی تاریخ کے حوالے سے انہوں نے مستشرقین کی "خدمات" کا جائزہ لیا ہے۔ زیرِ

نظر مقالہ پروفیسر صاحب نے دار المصنفین اعظم گڑھ کے زیر اہتمام ایک سیمینار میں پیش کیا تھا جو ماہنامہ "معارف" کے شکریے کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ مقالے کے حواشی دوسری قسط کے ساتھ مروجہ طریقہ مقالہ نویسی کی روایت کے مطابق آخر میں شائع ہوں گے۔ کوشش کی گئی ہے کہ تمام کتب حوالہ کے بارے میں بنیادی علومات مہیا کر دی جائیں۔ مدیر)

ہر قوم کی حیات اجتماعی کی ایک روح ہوتی ہے جس کے صحیح ادراک کے بغیر اس کی تاریخ یا تمدن کی بنیادی حقیقتوں تک رسائی ممکن نہیں، مستشرقین نے اسلام کی تاریخ اور تہذیب کی تحقیق میں مہتم بالشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ لیکن ان میں سے بیشتر اس کی داخلی معنویت کو سمجھنے سے عاجز رہے ہیں، اس ناکامی کے اسباب کی توجیہ اس وقت ممکن ہے جب ان عوامل اور محرکات کا سراغ لگایا جائے جن کے زیر اثر مستشرقین نے تاریخ اسلام پر اپنی توجہ مرکوز کی تھی اور اس کے مذہبی افکار اور تمدنی اداروں کی نوعیت کو سمجھنا چاہا تھا، یہ محرکات کبھی مذہبی عصبیت کا سہارا لیتے تھے، کبھی مقتضائے سیاست سے ان کا رخ متعین ہوتا ہے۔ کبھی معاشی دوراندیشی، علمی جدوجہد کا پیکر اختیار کرلیتی تھی۔ مذہب، سیاست اور معاشیات کی اس تگ و دو میں خالص علمی اور تحقیقی کاوشوں کی کیفیت گریز پا نظاروں کی سی رہتی تھی۔ اگر تاریخ کے وسیع پس منظر میں دیکھا جائے تو مستشرقین کی تحقیقی جدوجہد کے پانچ دور سامنے آئیں گے۔

پہلا دور اسلام اور اس کے تہذیبی کارناموں سے واقفیت حاصل کرنے کا جذبہ مغرب میں اس وقت بیدار ہوا تھا، جب اسپین اور سسلی کی سرزمین پر عربوں نے قدم رکھا تھا، یہ صرف ایک ملک یا ایک جزیرہ کی فتح نہ تھی، بلکہ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے ایک نئے اور انقلاب آفریں دور کا آغاز تھا، ایسا دور جس نے بقول مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر میسی نیون، تہذیبی اعتبار سے یورپ کو بیدار کیا، اور مغرب کی ترقی کے لیے نئے نئے امکانات پیدا کر دیئے، عربوں کے علوم کو حاصل کرنے، ان کے مذہب کی حقیقت کو سمجھنے، اور ان کی علمی سربلندی کا راز دریافت کرنے کا جذبہ اس بات کا محرک ہوا کہ اسلام کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے، عربوں کی نئی تحقیقات، نئے علمی تجربات، نئے علمی رجحانات سے یورپ کے عالم استفادہ کرنا چاہتے تھے، اور گو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب گفتگو کرتے تو اپنے متعصبانہ جذبات کو چھپا نہ پاتے تھے، لیکن اسلام کے علمی ذخائر کے ذریعے علمی سربلندی کا راز معلوم کرنے کی جستجو ان کے سارے جذبات پر حاوی تھی۔ ۱۱۲۰ء میں طلیطلہ کے ایک فاضل ڈریمونڈ نے ایک محکمہ اسلامی فلسفیانہ تصانیف کو عربی سے لاطینی میں منتقل کرنے کے لیے قائم کیا، اس محکمہ میں بہت سے یہودی عالم شامل تھے۔ ۱۱۵۸ء میں طلیطلہ ہی کا ایک یہودی عالم ابراہیم بن عذرا انگلستان پہنچا اور علوم اسلامی کے مطالعہ کی ضرورت

اور افادیت پر توجہ دلائی۔ اس زمانہ میں عیسائیوں اور یہودیوں نے جن کی زبان عبرانی تھی، عربی پر غیر معمولی قدرت حاصل کی، اور عربی کتابوں کو لاطینی اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنا شروع کردیا، گیرر ڈ ڈی کریمونا (م ۱۱۸۷ء) (GERARDDI CRIMONA) نے رازی اور ابن سینا وغیرہ کی تقریباً ساٹھ کتابوں کا عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیا۔ اسی زمانہ میں یورپی ممالک بالخصوص انگلستان کے علماء اسپین کی عرب درس گاہوں میں تحصیلِ علم کے لیے آنے شروع ہوئے، بارہویں صدی کے ان علماء میں ایڈیلرڈ (ADELARD) کا نام خاص طور قابلِ ذکر ہے۔ اس نے انگلستان میں نہ صرف عربی علوم کی حمایت میں بہت کچھ لکھا، بلکہ متعدد عربی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا، ڈینیل آف مارلے (DANIEL OF MARLEY) نے اسپین پہنچ کر عربوں کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی، میکل اسکاٹ (MIHAEL SCOTT) نے سسلی میں اسلامی علوم کی تحصیل کی، اور پھر ارسطو کی تصانیف کا عربی سے ترجمہ کرنے میں عمر گذاری، کلیسیا نے بھی عربی علوم کی افادیت کو محسوس کیا اور پوپ جان (POPE JOHN) نے ۱۳۲۵ء میں ایک منشور کے ذریعہ اپنے نمائندے کو پیرس میں ہدایت کی کہ کالج کے عربی شعبہ کی نگرانی میں غفلت نہ برتی جائے۔

ایڈیلرڈ نے اپنی کتاب مسائل طبعیہ (NATURAL QUESTIONS) میں عربوں کے اس احسان کا بھی ذکر کیا ہے، جس نے یورپ کی خاموش علمی فضا میں حرکت پیدا کردی تھی، عربوں نے یورپ کو اس حقیقت سے آگاہ بھی کیا کہ عقل (REASON) (AUTHORITY) پر ترجیح حاصل ہے، یورپ کا دورِ احیائے علوم (RENAISSANCE) اسی اصول کا شرمندۂ احسان تھا۔ آنے والی صدیوں میں اسی پر عمل پیرا ہوکر یورپ نے علمی دنیا کی سربراہی کا راز پایا، اور وہ عظیم الشان علمی کارنامے انجام دیئے، جنھوں نے اس کو علمی فضیلت کی صفِ اوّل میں پہنچا دیا، اقبال نے اسی دور کے عربوں کے کارناموں کے پیشِ نظر کہا ہے۔

حکمت اشیاء فرنگی زاد نیست — اصل او جز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلماں زادہ است — ایں گہر از دستِ ما افتادہ است
چوں عرب اندر اروپا پر کشاد — علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند — حاصلش افرنگیاں برداشتند

دوسرا دور

مستشرقین کی علمی سرگرمیاں کے دوسرے دور کی ابتداء صلیبی جنگوں سے ہوتی ہے، گو کہ بعض مستشرقین جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، صلیبی جنگوں کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان کی علمی جدوجہد کا مرکز اسلام نہ تھا، بلکہ مسلمانوں کے وہ علوم و فنون تھے، جن کے حصول میں انہوں نے کسی تعصب کو قریب نہیں آنے دیا، مولانا شبلی نے اس دور کے مستشرقین کی علمی دلچسپیوں کا ذکر کرتے ہوئے

لکھا تھا۔

یورپ کی فیاض دلی رشک کے قابل ہے کہ ایک تو مذہبی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا، لیکن دوسری طرف اس نے بے تکلف مسلمانوں کے خوانِ کرم سے زلہ ربائی شروع کر دی۔

لیکن اس فیاضی کا تعلق غیر مذہبی لٹریچر سے تھا، جہاں تک مذہب کا تعلق ہے، صلیبی جنگ کے بعد مستشرقین کے طرز فکر اور انداز تحقیق میں بنیادی تبدیلی رونما ہو گئی۔ اب اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور اسلامی تہذیب کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا تھا، جو ان کے متعصبانہ افکار کی زد میں نہ آگیا ہو، انہوں نے اپنی ساری صلاحیتوں کا رخ اسلام کو غیر مہذب اور وحشیانہ مذہب ثابت کرنے کی طرف موڑ دیا، اس لیے کہ اسی میں ان کو عیسائیت کی مدافعت کی راہ نظر آتی تھی۔ کتنے ہی غلط اور بے بنیاد الزام تھے جو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اس دور میں تراشے گئے، اور ان کو شہرت عام دے دی گئی۔ حضرت عمرؓ کی نسبت کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا حکم اسی زمانہ میں مستشرقین نے وضع کیا اور اس کو اس طرح مشہور کیا کہ اپنے پرائے سب کو اس کی صداقت پر یقین آگیا۔ اس زمانہ میں یورپ نے مسلمانوں کے خلاف جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے ان کے متعلق گمراہ کن خیالات کو قومی گیتوں میں اس طرح سمو دیا کہ یہ جنگی معرکوں میں رجز کے طور پر گائے جانے لگے، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کسی شخص کو عیسائی بنایا جاتا تھا، تو یہ خیالات عقائد کے طور پر اس کو سکھائے جاتے تھے۔

مستشرقین نے اسلام کی جو غلط تصویر اس دور میں پیش کر دی تھی، وہ مدتوں تک یورپ اور اس کے زیر اثر علاقوں میں تاریخی حقیقت کے طور پر تسلیم کی جاتی رہی۔

تیسرا دور مستشرقین کی علمی جدوجہد کے تیسرے دور کا آغاز اس وقت ہوا، جب صنعتی انقلاب نے یورپی ممالک میں استعمار اور ملک گیری کی نئی خواہشات کو بیدار کر دیا، اب "یورپین اقوام" نے مسلمان ملکوں پر للچائی ہوئی نظریں ڈالنا شروع کر دیں۔ ان حالات میں اسلام کی طرف کھلا عناد سیاسی مصالح کے منافی نظر آنے لگا۔ ان ملکوں پر اقتدار کے مضبوط پنجے جمانے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ایک پیچ وخم ان کے افکار و احساسات کی ایک ایک خلش اور ان کے سماجی رجحانات اور دینی شعور کے ایک ایک نشیب و فراز کا پتہ لگایا جائے، محکوم کے دل و دماغ تک پہنچے بغیر حکمرانوں کی کوئی ساحری کامیاب نہیں ہو سکتی تھی، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یورپین ممالک نے سب سے پہلے اپنی یونیورسٹیوں اور اداروں کی طرف دیکھا اور ہمت افزا جواب پایا۔ سترہویں صدی میں کیمبرج اور آکسفورڈ میں عربی پڑھانے کا بندوبست

کیا گیا، اور اسلام کے علمی ذخائر کو جگہ جگہ سے سمیٹ کر لانے کے منصوبے بنائے گئے، آکسفورڈ کے عربی پروفیسر ایڈورڈ پوکاک (EDWARD POCOCK) نے حلب سے عربی مخطوطات کے بیش بہا ذخیرے حاصل کیے، اور "انجیر" کے ایک درخت کے ساتھ میں جو وہ شام سے لایا تھا، (اور جو اب تک وہاں موجود ہے) عربی تصانیف کے خلاصے کرنے شروع کر دیئے: تاکہ مسلمانوں کے ملی مزاج اور علمی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ ہو سکے جارج سیل (GEORGE SALE) نے اسی زمانے میں قرآن کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ یورپی زبانوں میں قرآن کا یہ پہلا مکمل ترجمہ تھا۔ استشراق کی یہ لہر جو مقتضیات سیاسی نے تیز کر دی تھی، یورپ میں اس طرح پھیلی کہ ہر ملک مسلمانوں کی زبان، تاریخ اور مذہب کی تحقیق میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ جرمنی میں ریسکے (م ۱۷۷۴ء) (REISKE) سوئٹزرلینڈ میں بوربرڈ (م ۱۸۱۷ء) (BURHARD) فرانس میں سلولیسٹر دی ساسی (SYLVESTRE DE SACY) ہالینڈ میں ڈوزی (DOZY) انگلستان میں رابرٹسن اسمتھ (ROBERTSON SMITH) نے تو مسلمان بن کر شام اور حجاز کا سفر کیا، پیرس، میڈرڈ، برلن، لندن، لائیڈن، آکسفورڈ کے علوم مشرقی کے شعبوں میں اسلام پر تحقیقی کام میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار ہونے لگا۔ نپولین نے ۱۷۹۸ء کے بعد مصر کے علمی ذخیروں کو فرانس منتقل کرنا شروع کر دیا، انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کے نادر قلمی نسخے لندن پہنچا دیئے۔ انڈونیشیا، ہندوستان، ایران، مصر، شام، عراق کے کتنے ہی "انمول موتی"، جن کو غیر ملکوں میں دیکھ کر بقول اقبال "دل سی پارہ" ہوتا ہے۔ یورپین کتب خانوں کی زینت بن گئے۔ نپولین نے وقت کے اشاروں کو سمجھا اور ازہر کے ساتھ علماء کے سامنے اسلام سے اپنے احترام کا اعلان کیا، اور اپنے نائب کلیبر (KLEBER) کو ہدایت کی کہ حکومت کے معاملات میں مسلمانوں کے مذہبی طبقوں کا تعاون حاصل کرے۔ یہ سب سیاست کے تقاضے تھے، جن کا اظہار آکسفورڈ سے لے کر ازہر تک مسلسل ہو رہا تھا۔

اس زمانہ میں صلیبی دور کا کھلا ہوا معاندانہ انداز مصلحتاً ترک کر دیا گیا، لیکن مقصد کے نشتر تیز تر ہو گئے۔ اب ساری جدوجہد کا رخ اس طرف تھا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر مرعوب کر کے ایسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا جائے کہ وہ ہر معاملہ میں ہدایت و رہبری کے لیے مغرب کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوں۔ تشکیک اور شبہات کے ذریعے ان کے قوائے ذہنی کو اس طرح مفلوج کر دیا جائے کہ وہ نہ صحیح سمت قدم اٹھا سکیں اور نہ صحیح زاویہ نگاہ سے چیزوں کا جائزہ لے سکیں۔ پوست پلائے ہوئے انسان کی طرح نہ اعضائے جسمانی ان کے قابو میں ہوں، اور نہ قوائے ذہنی پر ان کا بس چلے۔

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان سے متعلق مستشرقین کے کام کے دو پہلو خاص طور پر جاذب توجہ نظر آتے ہیں

ایک یہ کہ مسلمانوں کی تاریخ پر کام کرنے والے بہت سے مستشرقین فوج سے تعلق رکھتے تھے، مثلاً ریورٹی (RAVERTY)، برگس (BRIGGS)، اسکاٹ (SCOTT) ڈاؤ (DOW) ڈیوی (DEVY) دوسرے یہ کہ سیاسی مقاصد کے پیش نظر مسلمانوں کی تاریخ کو اس طرح پیش کرنے کا منصوبہ بنایا گیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کی وہ شگفتگی برقرار نہ رہ سکے، جو صدیوں تک ان کی سماجی زندگی کی خصوصیت رہی تھی۔ سر ہنری ایلیٹ نے یہ کام آٹھ ضخیم جلدوں میں انجام دیا، ہمیں ایلیٹ کا مشکور ہونا چاہیئے کہ اس نے اپنے مقاصد کا اظہار ایک عرضداشت (MEMORANDUM) میں انگلستان کی حکومت سے کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس عرضداشت کو بعد میں کتاب کا جزو بنا کر شائع کر دیا گیا، بغیر یہ سوچے کہ مستشرقین کے خلاف یہ سب سے بڑی دستاویز ہے جو ان کے مفسدانہ مقاصد کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مصر کے متعلق یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ نپولین کے بیشتر مددگار اور ترجمان فرانس کے مشہور مستشرق سلوسٹر دی ساسی کے شاگرد رشید تھے، اور جب دی لیسپس (DECLESSAPS) نے نہر سوئز کو جاری کیا تھا، تو اس کے عزائم کو کامیاب بنانے میں کتنے ہی فرانسیسی مستشرقین کی بے تاب تمنائیں کام کر رہی تھیں اس دور کے مستشرقین نے زہر کی تلچھوں کو تحقیق کے شہد میں اس طرح چھپایا کہ کام و دہن کو تو تلخی محسوس نہیں ہوئی، لیکن زہر رگ و پے میں اتر گیا۔

چوتھا دور

جب نو آبادیاتی نظام کا دم واپسیں شروع ہوا اور اسلامی ممالک میں آزادی کی تحریکیں نمودار ہونے لگیں تو مستشرقین کے انداز تحقیق اور طریقہ کار میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی۔ نو آبادیوں کی آزادی کو ٹالنا اب ممکن نہیں رہا تھا، لیکن ان سے بے تعلق ہو جانا ملک کے سیاسی اقتدار پر ضرب کاری کے مترادف تھا، چنانچہ اب تمدنی رشتوں کی نئی زنجیریں وضع کرنے کے لیے اسلامی علوم کا نئے انداز سے مطالعہ ضروری ہو گیا۔ دولت برطانیہ نے اپنی نو آبادیوں سے دستبردار ہونے میں پس و پیش نہیں کیا، لیکن تمدنی سرمایہ کو (جو آج بھی کتابوں اور آثار کی شکل میں انگلستان کی زینت بنا ہوا ہے۔) واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اس دور کے مستشرقین کی تحقیقی کاوشوں میں رنگِ احترام آ گیا۔ اقبال نے ۱۹۳۲ء میں جب پروفیسر میسی نیون سے کہا کہ مغرب کے مورخین کو اسلام سے جو تعصب و عناد ہے، وہ وقت گزرنے کے ساتھ کم ہو رہا ہے، اور اسلام کی صداقت اور حقیقت ان پر آشکار اور واضح ہوتی جا رہی ہے، تو میسی نیون نے ان کی رائے سے پوری طرح اتفاق کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ فکر کی یہ تبدیلی مقصد بدل جانے کا نتیجہ تھی، اب سیاسی برتری قائم رکھنے کیلئے ضروری تھا، کہ بظاہر اپنے انداز تحقیق میں اسلام کے ساتھ احترام کا برتاؤ کیا جائے، مبادا کہ سیاسی آزادی

کی تحریکیں مغرب کی ذہنی غلامی سے بغاوت کا رنگ اختیار کرلیں، لیکن دوسری طرف ایسے فتنوں کو خاموشی سے بیدار کر دینے کی جستجو شروع ہوگئی جن سے مسلمان ممالک افتراق اور انتشار کا شکار بنے رہیں اور ملی وحدت کی پرچھائیاں بھی ان کے ذہن پر نہ پڑنے پائیں۔ اس دور کے مستشرقین اپنے ملکوں کی وزارت خارجہ کے مشیر بن گئے، اور ان کی تحقیق اگر ایک طرف مغربی حکومتوں کی خارجہ پالیسی کا رخ متعین کرنے لگی، تو دوسری طرف ان علاقوں میں خیالات کی تبدیلی لانے کے لیے وزارت خارجہ ان مستشرقین سے مدد لینے لگی، جو کام کبھی سپاہیوں کے ذریعہ انجام پاتا تھا، اب پروفیسروں کے ذریعہ انجام پانے لگا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد انگلستان میں اسکاربرا رپورٹ (SCARBROUGH REPORT) تیار ہوئی جس کو بجا طور پر (CHARTER OF MODERN ORIENTALISM) (استشراق جدید کا منشور) کہا جا سکتا ہے۔ اس رپورٹ میں اس بات کا شدید احساس ملتا ہے کہ اگر تیزی سے ابھرتے ہوئے مشرق کو پوری طرح نہیں سمجھا گیا، تو برطانوی مقاصد بری طرح متاثر ہوں گے۔ ان مقاصد کو (WORLD PEACE) (امنِ عالم) کا معصوم نام دیا گیا ہے، لیکن سامراجی جذبات افکار کا نیا پولا بدل کر اس رپورٹ کے ایک ایک حرف سے جھانکتے نظر آتے ہیں۔ ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H.A.R.GIBB) نے (MODREN TRENDS IN ISLAM) میں نئے انداز سے مسلمانوں کی نبض پر ہاتھ رکھا اور وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیشِ نظر عالمِ اسلام پر نظر ڈالی ہے۔

پانچواں دور

مستشرقین ابھی اسی دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تدابیر سوچ رہے تھے کہ اسلامی ممالک میں "زر سیال" کے چشمے ابل پڑے اور دنیا کا مرکز ثقل عرب ممالک کی طرف منتقل ہوگیا۔ مستشرقین کے حاشیۂ خیال میں بھی ایسی صورت نہ تھی۔ اسلامی ممالک کی اقتصادی آزادی کے خیال نے ان کی استعمارانہ فکر کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ نئی صورتِ حال کے امکانات ان کے لیے نہ صرف تشویش بلکہ توحش کا باعث بن گئے۔ اقتصادی اعتبار سے ان حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش برابر جاری ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ قرونِ اولیٰ کے اسلام کے مطالعہ سے بے توجہی برتی جارہی ہے، اب مستشرقین کی دلچسپی جدید مذہبی تحریکات، سماجی رجحانات اور اقتصادی امکانات کے مطالعہ کی طرف منتقل ہو چکی ہے، اور فکر اسلامی کی توجیہ اور تعلیل سے زیادہ مسلمان ملکوں کے اندرونی اور بیرونی حالات کے تجزیے کی طرف توجہ ہے۔ قومیت (NATIONALISM) کے وہ عناصر جو عربوں کی وحدت ملی کے تصورات کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں، اب توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صیہونیت نے مستشرقین کے اندازِ تحقیق سے خاموش ساز باز کر لیا ہے۔

شاید تاریخ کے کسی دور میں دیارِ مغرب کے رہنے والوں کو اسلام سے وہ دلچسپی نہ پیدا ہوئی ہو جو عصر حاضر کا خاصہ بن کر سامنے آئی ہے۔ حالات کی اس نئی کروٹ نے مستشرقین کو ایک عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان کا ترکش خالی ہے اور حالات کچھ اور ہی رنگ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اس زمانہ میں مستشرقین نے جو کام اسلام پر کیے ہیں، وہ اسلام سے زیادہ خود ان کے نفسیاتی مطالعہ کے لیے دلچسپ مواد فراہم کرتے ہیں۔ AREA STUDIES کے تصور کو اقتصادیات، سیاست ارضی (GEO-POLITICS) اور عمرانیات (SOCIOLOGY) سے قریب لا کر دینی عناصر کے مطالعہ سے گریز کیا جا رہا ہے۔

۱۹۶۶ء میں امریکہ میں THE MIDDLE EAST ASSOCIATION OF NORTH AMERICA STUDIES قائم ہوئی اور ۱۹۷۴ء میں BRITISH SOCIETY FOR MIDDLE EASTERN STUDIES کا قیام عمل میں آیا۔ یہ انجمنیں بدلتے ہوئے حالات اور رجحانات کی آئینہ دار ہیں۔ ان کی مطبوعات اور رسائل سے ان ذہنی خلشوں کا اندازہ ہو جاتا ہے جن سے مستشرقین اس وقت دوچار ہیں۔ کبھی JOHN WESTERBURY کی ISLAM AND COLONIALISM: THE HYDRO POLITICS OF THE NILE VALLEY کی طرف اُن کی نظر جاتی ہے، کبھی RUDOLPH PETERS, DOCTRINE OF JIHAD IN MODERN HISTORY پر غور کرتے ہیں، لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر معلوم ہوتے ہیں۔ کہ اسلامی فکر کا دھارا اب کس رخ بہے گا، اور انہیں کہاں کہاں اور کیا کیا بند باندھنے چاہییں۔ ایک جدید ترین کتاب ISLAM AND THE WEST کے مصنف NORMON DANIAL نے مستشرقین کی تصانیف پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ LATIN EUROPE نے اسلام کے خلاف بہت سے غلط نظریات پھیلائے تھے، لیکن اس کی عصبیت اس کو "علمی بددیانتی" تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

یہ ہیں وہ پانچ دور جن کے زیر اثر ان کی علمی کاوشیں وقت اور حالات کا ساتھ دیتی رہیں۔

مقاصد

۱۔ افراد کی زندگی میں جو حیثیت حافظہ کی ہے، قوموں کی زندگی میں وہی اہمیت ان کی تاریخ کی ہے۔ مستشرقین کے پیشِ نظر سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا تعلق ان کی حیاتِ اجتماعی کے دینی، تمدنی اور فکری سرچشموں سے منقطع کر دیا جائے، تاکہ جب وہ کسی انسانی کمال یا کارنامے کا تصور کریں تو ان کا ذہن مغرب کے سوا کسی دوسری طرف منتقل ہی نہ ہو سکے، بقول مولانا شبلی۔

> ہم کو صرف یہی رونا نہیں ہے، کہ ہمارے زندوں کو یورپ کے زندوں نے مغلوب کر لیا ہے، بلکہ یہ رونا بھی ہے، کہ ہمارے مُردوں پر یورپ کے مردوں نے فتح پائی ہے

اس مقصد کے پیش نظر مسلمانوں کو علمی اعتبار سے ایسے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی جس سے ان کی فکر کے سوتے خشک ہو جائیں، ان کی خودی ختم ہو، تو ان کی گردنوں میں برگساں اور ہیگل سے عقیدت کی زنّار ڈالی جائے۔

۲۔ ایک ایسے دور میں جب کہ اسلامی ممالک میں معرکۂ سائنس و مذہب برپا تھا۔ اور سائنس کی ایجادات نے ایک ذہنی خلش پیدا کر دی تھی، مستشرقین کی جد و سعی کا ایک رخ یہ بھی تھا کہ مسلمان سائنس کی برتری تسلیم کر کے اپنے مذہب سے بیزار ہو جائیں، ان کو اپنا قانون، اپنی شریعت، اپنا طرز زندگی، سب فرسودہ اور بیکار نظر آنے لگے، مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی اور اصلاح کا آوازہ سب سے پہلے مستشرقین ہی نے بلند کیا تھا۔ یورپ میں سائنس اور مذہب کا معرکہ جلدی شروع ہوا اور جلد ہی ختم ہو گیا۔ مستشرقین نے مشرق میں اس جنگ کو طول دے دیا تاکہ مسلمانوں کو قدم قدم پر اپنے مذہب کے ناقص ہونے کا احساس ہو اور وہ یہ محسوس کرتے لگیں کہ اسلام اس معرکہ میں ناکام ہو چکا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے ذہن کو ایسے مسائل میں الجھایا جائے جن کا ان کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو، لیکن جو قوائے ذہنی کو مضمحل کرنے میں کارگر ثابت ہوں، اقبال کی نظم میں ابلیس کا جو مشیر مسلمانوں کو ان گتھیوں کے سلجھانے کی تلقین کرتا ہے۔

ابن مریم مرگیا یا زندہ جاوید ہے — ہیں صفاتِ ذاتِ حق، حق سے جدا یا عین ذات
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم — امتِ مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے — تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

اس کے پہلو میں مستشرق ہی کا دل دھڑکتا نظر آتا ہے۔

۴۔ اسلامی تاریخ کے ایسے گوشوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر زیر بحث لایا جائے، جو مسلمانوں میں اتحاد ملی کے جذبات کو نشو و نما پانے سے روک دیں۔ اس مقصد کے پیش نظر مستشرقین نے کتنی ہی عداوتوں کو جو وقت کے ساتھ بے جان ہو چکی تھیں، نئی زندگی بخش دی۔ (عالم اسلام اور عیسائیت)

ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

ابن قرقول اور ان کی کتاب مطالع الانوار

(۲)

مشتبہ حروف میں تمیز کے لیے محدثین کو دشواریاں اٹھانا پڑتی تھیں ۔ اس دشواری کے ازالہ کے لیے سماع (روایت) اور کتابت کو انہوں نے اہم جانا ۔ عبداللہ بن ادریس الکوفی کہتے ہیں کہ جب امام شعبہ نے مجھے ابوالحوراء العدی کی ایک حدیث روایت کی تو میں نے روایت لکھتے وقت ابوالحوراء کے نام کے نیچے اپنی یادداشت کے لیے "حور عین" لکھ دیا ۔ ہو سکتا تھا کہ اس کے بغیر میں غلطی سے ابوالحوراء کو دوسرے راوی ابوالجوزاء سے ملا دوں اس لیے کہ یہ دونوں نام متشابہ ہیں ۔

اہل اندلس میں ایک اہم پہلو صحیحین اور موطا کے قدیم نسخوں کے حصول میں اسناد عالی اور مسابقت کا تھا جس میں صحیح ترین نسخہ کا حصول قابل فخر چیز تھی ۔ مزید یہ کہ ان قدیم نسخوں کی کتابت کا اہتمام ایک ایسی عام مگر دقیق روش تھی کہ اندلسی علما کے حالات میں یہ وصف تقریباً مشترک ملتا ہے کہ وہ ایک عمدہ کاتب ، تھے اور کتابت میں ضبط واتقان کے مالک تھے ۔ بڑے بڑے علما کتابوں کو شیخ سے سماع کر کے خود اپنے ہاتھ سے لکھتے ۔ اختلاف نسخ کو تحریر کرتے اور غلطیوں کی نشاندھی کرتے ۔ پھر ان نسخوں کے شروح و حواشی اور تعلیقات کا اضافہ ایک ایسا امر تھا جس نے ہمارے علمی ذخیرے کو متعدد روایات اور بے شمار منفرد نسخوں سے مالا مال کر دیا جو ایک قابل فخر اور قیمتی سرمایہ ہے ۔ ان میں بے شمار نسخے اب بھی تیونس ، مغرب اور سپین کی لائبریریوں میں کسی قدردان کے منتظر ہیں ۔

دوسرا پہلو ان کتب کو مختلف شیوخ سے پڑھ کر اجازت حاصل کرنا تھا چاہے ایک کتاب ہی کیوں نہ ہو ۔ اس طرح اس اجازت والی روایت کو اپنی عزیز ترین متاع سمجھ کر محفوظ کر لیتے کیونکہ اس کے بغیر کتاب ناقص اور اس کی روایت بغیر اجازت کے نااہل تصور کی جاتی تھی ۔

اپنی بات کی شہادت اور ثبوت کے لیے ہم الاشبیلی کی فہرست سے ایک مثال نقل کرتے ہیں جو شاید ہمیں اس نتیجے پر پہنچائے کہ چاہے بات وہی موجود پہلے سے کہی ہے لیکن اس میں ذرا سا فرق بھی نقل نہیں کہلایا جا سکتا بلکہ وہ فرق ایک بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ جسے محدثین نے سلسلہ اسناد کا القاء ، روایات کا تنوع اور حاملین حدیث کا علمی معیار جانچنے کی ایک وقیع کوشش قرار دیا ہے ۔

سنن ابوداؤد کی روایت اندلس میں مختلف طرق سے آئی۔ جو ذیل میں دیئے گئے چارٹ سے واضح کی جاتی ہے۔
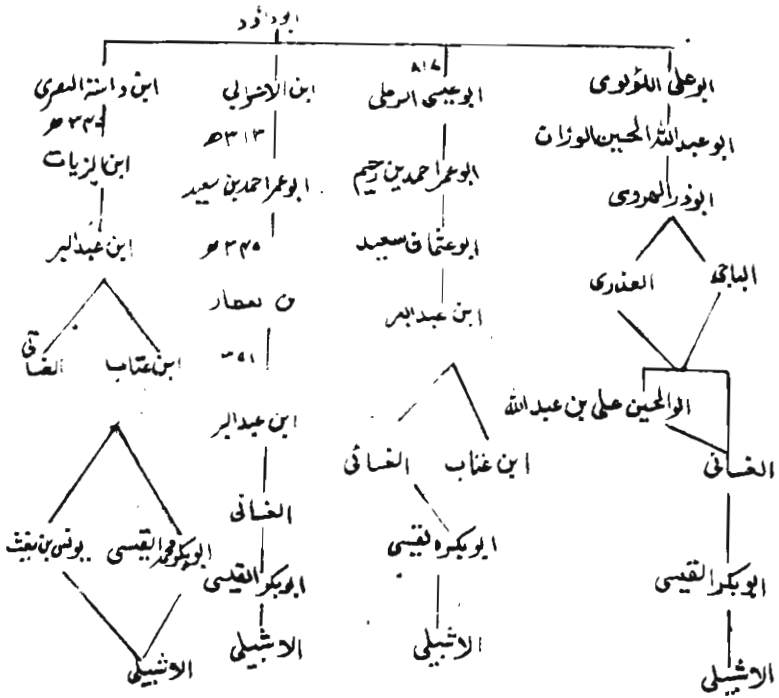
ابن الاعرابی کے نسخے میں کتاب الفتن، الملاحم، الحروف و الخاتم سرے سے نہیں تھیں اور کتاب اللباس بھی آدھی غائب تھی۔ اسی طرح کتاب الوضوء، الصلوٰۃ اور النکاح کے بھی بہت سے اوراق غائب تھے۔ اس نقص کو انہوں نے دوسرے شیوخ سے روایت سے کر مکمل کرنے کی کوشش کی جس میں زیادہ تر ابواسامہ محمد بن عبدالملک الرؤاس عن ابی داؤد کی تھیں۔ الاشبیلی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے نسخے کی تصحیح احمد بن سعید بن حزم کی کتاب سے کی۔

احمد بن سعید بن حزم کا نسخہ الاشبیلی کے ہاتھ کیسے لگا اور اس کی کیا اہمیت تھی؟

ابوعلی الغسانی کہتے ہیں کہ سنن ابی داؤد مجھے میرے شیخ ابوالعاصی حکم بن محمد الجذامی نے ابواسحاق ابراہیم بن غالب التمار عن ابی سعید بن الاعرابی عن ابی داؤد روایت کی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں ابن الاعرابی کی وساطت سے سنن کی روایات میں محفوظ ترین روایت (اضبط) ابوعمر احمد بن سعید بن حزم کی ہے ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس نے سنن کو صحیح معنوں میں ضبط کیا ہو۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے میں نے اپنے لکھے ہوئے نسخے کو مقابلہ کر کے دیکھا بھی ہے۔

ابن الاعرابی کا یہ نسخہ پھر الاشبیلی کے ہاتھ ابوالحسن یونس بن مغیث کے ذریعے مبادلہ آیا جو انہوں نے الغسانی سے لیا تھا۔ الاشبیلی کہتے ہیں کہ ابوالحسن نے اپنی اصل سنن ابی داؤد مبادلۃً مجھے روایت کی اور یہ کتاب ابن الاعرابی

کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔

ابن الاعرابی کی ان زیادات کی ایک اور شہادت الغسانی کے معاصر اور دوست ابن عتاب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن الاعرابی کی ان زیادات کی روایت مجھے میرے شیوخ میں سے ابوعثمان، ابوعبداللہ محمد بن احمد عن ابن الاعرابی نے کی ہے۔

الغسانی کہتے ہیں کہ تمام روایات میں اکمل روایت ابن داسنہ کی ہے اور ابو عیسٰی الرملی کی روایت صحت میں اس سے ملتی جلتی ہے۔ میں نے اپنے نسخے میں تینوں روایات کی تنقید کی ہے (۲۴)

اوپر دیئے گئے چارٹ اور ابن الاعرابی کے نسخے پر ملا کا تبصرہ اس مفروضے کو رد کرنے کے لیے کافی ہے کہ مطالع الانوار مشارق کا چربہ ہے بلکہ یہ ثابت اور روایت کے دونوں طریقوں کا ایک عمل مسلسل ہے تاکہ ایک کے نقص کی تکمیل دوسرے سے ہوتی رہے۔

الاشبیلی سے ابن عبدالبر تک تقریباً ہر شخص میں ایک مشترک چیز ہے کہ اس کے پاس اسناد عالی ہو، سنن کی تمام روایات کی سند ہو، اس کے تمام نسخے اس کی ملکیت میں ہوں اور ان کے فروق کا علم ہو۔ (۲۵)

ابن الاعرابی کے نسخے کا نقص اور اس کی تصحیح اور پھر تمام نسخوں کی تصحیح کا ایک سفر جو آخر کار الغسانی کی کد و کاوش سے اختتام تک پہنچا اور فیصلہ کن ٹھہرا، ہماری اس بات کی موید ہے جو ہم نے چارٹ سے پہلے کہی ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ مطالع الانوار کتاب مشارق الانوار سے ماخوذ ہے لیکن ذکر کی گئی حقیقتوں کو سامنے رکھ کر کتاب مطالع کو اگر پرکھا جائے تو اس میں علم کے دقیق خزانے مدفون ہیں۔ مزید یہ کہ غریب الحدیث، اور اسماء الرجال کا علم نقلی ہے۔ اس میں اضافہ علمی تو ہو سکتا ہے مگر نقل میں نہیں۔ اور یہی رجحان اب تک باقی ہے۔ (۲۶) یہی وجہ ہے کہ

۲۴۔ اشبیلی ابوبکر محمد بن خیر فہرست، ص ۱۰۲ - ۱۰۶۔

۲۵۔ مثلاً قاضی عیاض مشارق الانوار (۳/۱) میں لکھتے ہیں کذا فی اصل شیخنا التمیمی بخط ابن العسال اور ابن قرقول کہتے ہیں (مطالع ق/۱۰) کذا رایتہ فی اصل القاضی التمیمی بخط ابن العسال۔ التمیمی قاضی کے استاد تھے اور ابن قرقول کے ہاتھ ان کا نسخہ آگیا۔

۲۶۔ مثلاً علامہ طاہر پٹنی کی مولفات "المغنی فی ضبط اسماء الرجال"، مطبوعہ بیروت دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ اور تلخیص خواتم جامع الاصول، تحقیق حبیب الرحمان الاعظمی طبعہ مالیگاوں (ناسک عنہ) ابن الاثیر الجزری کی کتاب جامع الاصول کی آخری جلد سے ماخوذ ہیں مگر دونوں کتابوں کے مقدمے میں مولف نے اشارۃً تک نہیں کیا کہ یہ کتب ابن الاثیر کی کتاب جامع الاصول سے ماخوذ ہیں یا ان کا اختصار۔

امام شمس الدین الذہبی نے اس کتاب کے بارے میں بجا طور پر کہا ہے کہ

"کتاب عزیزۃ الفوائد۔ مطالع بیش بہا فوائد کا خزینہ ہے۔" (۳۷)

معاجم فہرستہ اور مشیخات کی کتابیں ان کے مؤلفین کی ایک اعزازی پیش کش ہیں کہ فلاں کتاب ہیں ہمیں فلاں فلاں طرق سے اسناد عالی حاصل ہے اور فلاں فلاں ہمارے شیخ ہیں۔ یعنی ان کے پاس کتاب کے مؤلف تک کتاب کی سند عالی تھی جو ہمیں عطا ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کی یہ حدیث شیخ کے پاس سند عالی کے ساتھ تھی جو ہمیں عطا ہوئی۔ فہرست اور مشیخات کے مؤلفین نے اس ضمن میں اپنی اپنی علمی کاوشوں کو بھی جگہ دی اور بعض پیچیدگیوں کا حل بھی پیش کیا۔ مختلف نسخوں کی پہچان کی اور کرائی اور بعد والوں کے لیے استدراکات اور مختصرات لکھنے کی راہ ہموار کی جن میں فائت کا ذکر، اوہام کی تصیح اور تحریف و تصیف وغیرہ کا ذکر ہوتا۔

ابن الصلاح، النووی اور ابن حجر وغیرہ نے اگر اپنی کتب میں مطالع الانوار کو جگہ دی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یہ توفیق بھی ہوئی کہ المنہاج شرح مسلم اور فتح الباری وغیرہ میں مطالع الانوار سے لیے گئے چند اقتباسات کو الگ الگ لکھ کر مشارق الانوار کے بیان کردہ مقام پر ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مل سکے۔ اسی طرح اپنی کتب میں مشارق الانوار کے بیان کردہ مقام پر ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مل سکے۔ اسی طرح اپنی کتب میں مشارق الانوار کے بیان کئے گئے اقتباسات کو جب مطالع الانوار میں دیکھا تو مل گئے۔

مثال کے طور پر النووی نے اپنی المنہاج میں لفظ "الکرائم" ابن قرقول کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الکرائم جمع کریمہ، قال صاحب المطالع: ھی جامعۃ الکمال، الممکن فی حقھا من غزارۃ لبن وجمال صورۃ اوکثرۃ لحم اوصوف (۳۸)

یعنی ابن قرقول کہتے ہیں کہ کریمہ کا لفظ بہت سے معنوں پر محیط ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد گاڑھے دودھ والی خوبصورت (بکری گائے وغیرہ) ہو یا زیادہ گوشت اور اون والی ہوں۔

یہی بات قاضی کی مشارق میں دیکھنا چاہیں تو وہ رقمطراز ہیں۔

وقولہ: وکرائم اموالھم: نفائسھا، وقیل ما یختصہ صاحبہ لنفسہ منھا ویؤثر (۳۹)

۳۷۔ الذہبی سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰، ص ۲۵۰۔

۳۸۔ النووی یحیی بن شرف المنہاج شرح مسلم، دار الریان للتراث القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۷، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۱۹۷، ابن قرقول، مطالع الانوار، ج ۱، ق ۲۹۵/۔

۳۹۔ قاضی عیاض، مشارق الانوار، ج ۱، ص ۳۳۹۔

یعنی کریمہ کا مطلب نفیس ترین مال، یا وہ مال جس کو اس کا مالک اپنے لیے پسند کرے اور دوسروں کے مقابلے میں اسے ترجیح دے۔

لیکن النووی نے دونوں میں سے ابن قرقول کی بات کو زیادہ بہتر اور مفصل پاتے ہوئے نقل کر دیا۔

اسی طرح مطالع میں ہے جو اپنے لیے اسناد عالی کی ایک مثال ہو سکتی ہے۔

عفیر حمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال القاضی رحمتہ اللہ اما عفیر مثلہ الا انہ بعین معجمہ۔ قلت لا ادری ھذا ولا رویتہ (۴۰)

یعنی عفیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا نام ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ غفیر بھی اسی وزن پہ ہے فرق یہ ہے کہ غفیر غین سے ہے اور عفیر عین سے ہے۔ میں کہتا ہوں نہ تو مجھے اس کا علم ہے اور نہ مجھے میرے شیوخ میں سے کسی نے روایت کی ہے۔ (یعنی غفیر عفیر کے وزن پر ہے یا نہیں)

اسی طرح ابن حجر نے لفظ "القطیع" پر لکھتے ہوئے کہا ہے۔

القطیع ھو الشئ المنقطع من غنم کان أو غیرھا، وقد صرح بذلک ابن قرقول وغیرہ (۴۱)

یعنی قطیع اس شے کو کہتے ہیں جو کسی سے علیحدہ ہو جائے چاہے وہ بکریوں میں سے ہو یا کسی اور سے۔

اس بات کو قاضی نے دوسرے معنوں میں لکھا ہے۔

القطیع ھو طائفتہ من النعم والغنم والمواشی (۴۲)

یعنی اونٹوں، بکریوں یا جانوروں کا ایک گروپ اگر علیحدہ ہو جائے تو اسے قطیع کہتے ہیں۔

یہاں بھی ابن قرقول منفرد ہیں۔ جنہوں نے قاضی سے مختلف معنی قطیع کے لیے اور انہیں اپنی کتاب میں لکھا۔

ان مثالوں سے یہ اندازہ ہوا کہ ابن الصلاح، النووی، ابن حجر وغیرہ اپنی اپنی شروحات اور کتب میں اگر مطالع کو اہمیت دیتے ہیں تو صرف ان چیزوں میں جہاں ابن قرقول منفرد ہیں یا جہاں ان کی اپنے شیوخ سے وہ روایت تھی جو قاضی کی روایت سے مختلف تھی اس لیے متاخرین میں سے ہمیں حاجی خلیفہ کی یہ رائے صائب لگتی ہے۔

یہ کتاب قاضی عیاض کی مشارق الانوار کا اختصار ہے جس پر ابن قرقول نے استدراکات بھی کیے ہیں اور قاضی کے بعض اوہام کی اصلاح بھی۔ (۴۳)

۴۰۔ ابن قرقول مطالع الانوار ق/ ۹۱۔

۴۱۔ ابن حجر، فتح الباری، دار الریان، القاہرہ الطبعتہ الثانیہ ۱۴۰۹ھ، ج ۴، ص ۵۲۳

۴۲۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۲، ص ۱۸۳۔

۴۳۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۲، ص ۱۷۱۵۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

یہ مشارق کا اختصار ہے اور ابن قرقول نے اس پر اضافہ بھی کیا ہے۔ (۴۴)

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مطالع الانوار کے مصنف نے قاضی عیاض کی کتاب "مشارق الانوار" کو سامنے رکھا اور اس میں سے جو معلومات متفق علیہ تھیں وہ اختصار کے ساتھ لکھ کر مزید اس پر اضافہ بایں طور کیا ہے کہ روایات تسنخ کی، مختلف علمی وجوہ کو اور مفردات کے معانی کو اپنی روایت سے بیان کر دیا ہے۔ ورنہ کتاب حقیقتاً ترتیب موضوع کے علاوہ الفاظ و جمل میں کافی حد تک مشارق سے مماثلت رکھتی ہے۔

اس قسم کی کتب کے تعارف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حروف کی تشکیل اور تنقیط کا کوئی مربوط فن علماً اور کتابت میں کوتاہی کے امکانات پیدا ہونا فطری تھے۔ اس لیے طالب علم جب عربی کلمات یا اسماء کی ادائیگی کرتے یا اسے لکھتے تو غلطی ہوتی اور لفظ تشکیل و تنقیط کے تھوڑے سے فرق پر تحریف و تصحیف کی نذر ہو جاتا جس کی مثال تشکیل کے باب میں امام مالک کا روایت میں عمر بن عثمان کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ہے جب کہ اس کی تلافی ان کے ہم سبق ساتھیوں کے ذریعے یوں ہو جاتی ہے کہ وہ عمر بن عثمان کو فتح کے ساتھ یعنی عمرو بن عثمان پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ (۴۵) تنقیط کے باب میں راوی بسر بن محجن کے نام کی صحیح ادائیگی میں سفیان بن عیینہ (۱۰۷-۱۹۸) اور امام مالک (۹۳-۱۷۹) کے درمیان اختلاف ہوا تو امام مالک کی رائے میں بسر سین کے ساتھ ہے جب کہ سفیان کا کہنا ہے کہ یہ نام بشر شین کے ساتھ صحیح ہے۔ (۴۶)

اس موقع پر صاحب علم اور اہل فن لوگوں نے غریب الفاظ اور نامانوس ناموں کو مستقل کتابوں میں جمع کیا ان کی تشکیل و تنقیط کی تعیین کے ساتھ ساتھ ان کے معانی کی وضاحت کی اور ناقلین میں سے جس جس سے غلطی ہوئی اس کی نشاندہی کی اور یوں مستقبل میں رونما ہونے والی امکانی غلطیوں کا سد باب کر دیا۔ یہی حال رجال کے ساتھ ہوا۔ ناموں کی صحیح ادائیگی اور ملتے جلتے ناموں میں فرق کو واضح کیا اور غلطیوں سے آگاہی کیلئے ان موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھیں۔ (۴۷)

۴۴۔ ایضاً۔ مثلاً ابن قرقول الابواء کی وجہ تسمیہ بیان کرنے کے بعد یوں محاکمہ کرتے ہیں۔ والصحیح انها سمیت لنبوء السیول بها (ق ۹/۴) یعنی صحیح بات یہ ہے ابواء کی وجہ تسمیہ وہاں پر بکثرت سیلابوں کے آنے سے ہے۔ اب یہ اضافہ ہمیں قاضی کی مشارق میں نہیں ملتا۔

۴۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، دار الفکر، ج ۱، ص ۲۳۹۔

۴۶۔ السخاوی، محمد بن عبد الرحمان (م ۹۰۲) فتح المغیث، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۳، ص ۲۵۱۔

۴۷۔ الخطابی، محمد بن سلیمان غریب الحدیث، جامعہ ام القری مکۃ المکرمۃ ۱۴۰۲ھ ج ۱، ص ۴۷۔ مزید یہ کہ کتب رجال اور غریب الحدیث کے علاوہ متشابہ الاسماء، المؤتلف والمختلف اور تصحیف و تحریف وغیرہ موضوعات پر بے شمار کتابوں کا ذخیرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

ان کتابوں کو اگلی نسل تک بحفاظت منتقل کرنے کے دو معروف طریقے تھے۔ ایک طریقہ روایت (۴۸) کا تھا اور دوسرا کتابت کا۔ یہ دونوں طریقے دراصل شیخ کی طرف سے اجازت نامہ یا سرٹیفکیٹ تصور کئے جاتے تھے۔ جس کا مطلب اجازت حاصل کرنے والے کی اہلیت ثابت کرنا ہوتی تھی۔

یہی کتابیں طالبان علم میں عموماً کتابت و روایت کی دونوں راہوں سے اکٹھی منتقل ہوتی چلی آئیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ روایت (سماع و قراءۃ وغیرہ) کی کوتاہیوں کی تلافی کتابت سے اور کتابت کی کوتاہیوں کی تلافی روایت سے ہوتی چلی جاتی۔ صرف ایک طریقہ پر یعنی روایت یا کتابت پر ان علماء نے اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں طریقوں کو اہم جانتے ہوئے وہ سمجھتے تھے کہ ایک دوسرے کی کوتاہی کی تلافی جو ہو رہی ہے۔ ایک طریقہ اپنانے سے یہ فائدہ نہ ہوگا۔

مشارق کی تجرید ابن قرقول کے علاوہ محمد بن سعید المعروف بالطراز (م ۶۴۵ھ) نے بھی کی تھی۔ اس کتاب کی مستخرجات اور تہذیبات بھی لکھی گئیں۔ ابو محمد عبدالعزیز العصاری نے ایک مستخرج لکھی جس میں مشارق الانوار اور مطالع الانوار دونوں کتابوں سے صرف بخاری اور مسلم کی مشکلات نکال کر یکجا کر دیں جو "المستخرج من مطالع الانوار من کتاب مشارق الانوار" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسے بعد میں عمر بن خلیل بن عمر التنوخی الطائی عجلون میں ۲۲ محرم ۷۸۵ھ کو اپنے لیے لکھا جو اب مکتبہ کوپریلی میں (رقم ۴۳۳) محفوظ ہے۔ کتاب کے کل ۲۸۰ فولیوز ہیں، مقابلہ شدہ ہے اور عمدہ کاغذ پر صاف خط سے لکھی ہوئی ہے۔

ایک اور مختصر کتاب بنام "تھذیب المطالع لترغیب المطالع"، مؤلفہ محمود بن احمد المعروف بابن خطیب الدہشہ کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع وہی ہے جو اصل کا ہے۔ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے یہ کتاب دارالکتب المصریہ میں (۵۲۲ حدیث) محفوظ ہے۔

آخر میں یہ بات اعتراف کے طور پر کہنا مناسب سمجھوں گا کہ اختلاف نسخ کی پہچان اور ان کی حفاظت جو بذریعہ روایت کی گئی اس میں علمائے اندلس کا کردار مشرق کے علماء کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ احادیث اور شرح احادیث کی کوئی بڑی کتاب ان سے استفادے کے بغیر نہیں لکھی گئی۔ قاضی عیاض یا الاشبیلی کے جن شیوخ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے مختلف نسخوں کی روایات انہی سے منقول ہیں اور یہ سب اندلسی ہیں یہ روایات کتب احادیث اور علم غریب الحدیث، مؤتلف و مختلف، متشابہ الاسماء اور استنباط مسائل کی جان ہیں۔

۴۸۔ روایت میں سماع، قرأت علی الشیخ، اجازہ اور مناولہ کا طریقہ زیادہ معروف تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ابن الصلاح عثمان بن عبدالرحمان مقدمۃ فی علوم الحدیث، بمبئی ۱۳۵۷، ص ۶۲۔

۴۹۔ ابن فرحون ابراہیم بن علی الدیباج، ج ۲، ص ۲۰۸۔

حضرۃ مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ

اسلامی جمہوریت کے فروغ کیلئے علماء کرام کی مستحسن مساعی

ملک میں اسلامی انقلاب کے لیے سب سے پہلا قدم کیا ہونا چاہیئے

شیخ الحدیث مولانا حمیداللہ جان صاحب کے استفسار کے جواب میں سابق سینیٹر

مولانا قاضی عبداللطیف کا تجزیہ وتبصرہ اور تاریخی جائزہ

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ کا خط ملا ۱۹۹۳ء کے انتخابات نے آپ کی طرح بہت سے حساس دلوں کے زخم تازہ کردیئے آپ کی پریشانی بجا اور فطری ہے۔ آپ کے خط کے مندرجات تین ہیں۔

۱۔ علماء نے پاکستان میں مغربی جمہوریت کے ذریعہ اسلامی نظام رائج کرنے کی لاحاصل محنت کی۔

۲۔ ملک میں اس وقت یا اس سے قبل جو کچھ ہورہا ہے یا ہوا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔

۳۔ ایسا طریق سیاست جو اسلامی انقلاب کا ذریعہ بن سکے کیا ہوگا۔ کیا اس کے لیے کسی نئی تنظیم کی ضرورت ہے۔

۱۔ محترما! علماء کی طرف مغربی جمہوریت کے ذریعہ اسلامی نظام رائج کرنے کی نسبت پاکستان کے دستوری تاریخ سے تغافل کے مترادف ہے آپ سے یہ بات یقیناً پوشیدہ نہیں کہ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی ۱۹۴۹ء میں مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ جید سربرآوردہ علماء نے اسلامی دستور کے ۲۲ نکات مرتب کرکے مغربی جمہوریت کے خلاف اپنی جدوجہد کا آغاز کردیا تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کے ۱۹۵۱ء کے دستور میں قرارداد مقاصد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی اور تشریعی حاکمیت کو تسلیم کرکے مغربی اور اسلامی جمہوریت کے درمیان واضح امتیازی خط اور لکیر کھینچ دی گئی اسمبلی کا ریکارڈ شاہد ہے کہ سیکولرزم اور اسلام کے علمبرداروں کے درمیان کھلم کھلا نظریاتی جنگ کے آغاز کا یہی پہلا دن تھا اسی کشمکش کے نتیجہ میں دستور ساز اسمبلی ہی کو ختم کردیا گیا اس کے بعد درمیانی نشیب وفراز سے گزر کر ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کا ڈرامہ اسی کھیل کا حصہ تھا ۱۹۶۲ء کے دستور کے پہلے مسودہ میں پاکستان کے

نام سے اسلام کا لفظ حذف کر کے جمہوریہ پاکستان تجویز ہوا۔ قانون سازی میں منکرین حدیث کو خوش کرنے کے لیے قرآن وسنت کی تصریح ختم کر کے لکھا گیا کہ کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں بنایا جائے گا مگر بحمداللہ علماء کرام نے مارشل لاء کی پرواکیے بغیر اپنی حکیمانہ جدوجہد سے اس سازش کو بھی ناکام بنا دیا۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان اور قرار داد مقاصد کو اپنی پہلی پوزیشن حاصل ہوئی ۱۹۶۲ء کا دستور اپنے منطقی انجام کو پہنچتے ہی ایک بار پھر مغربی اور اسلامی جمہوریت کی محاذ آرائی اپنے عروج کو پہنچی۔ تائید ایزدی نے ۱۹۷۳ء کے دستور میں اسلامی عنصر کو کامیابی عطا کی قرار داد مقاصد جو سیکولرسٹوں کا اصل ہدف تھا اپنی سابقہ حیثیت سے دستور میں برقرار رہا۔ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام تسلیم کیا گیا۔ اسی کی روشنی میں اسلامی نظریاتی کونسل دستوری ادارہ قرار پایا اور یہ ضمانت دی گئی کہ موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جائے گا کوئی نیا قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ حکومت کی حکمت عملی میں تصریح ہے کہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی فرض منصبی کی ادائیگی پر جو شاندار کردار پیش کیا اس پر اس کا ریکارڈ شاہد ہے دستور کے ان اساسی دفعات نے مرزائیت کو غیر مسلم قرار دینے کا راستہ ہموار کیا اور ۱۹۷۴ء کے دستوری ترمیم نے حکومتی سطح پر اسلام اور کفر کی واضح تعریف کر کے ختم نبوت کے ہر قسم کے منکر کو اسلام سے خارج قرار دیا انہیں دفعات نے ہمیں ملک کے ایوان بالا سینٹ میں شریعت بل پیش کرنے کا حوصلہ دیا۔ جو مسلسل پانچ سالہ جدوجہد کے بعد سینٹ کو منظور کرنا پڑا۔ دستور کی انہیں دفعات کو مؤثر ترین بنانے اور عملی جامہ پہنانے میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا بہت بڑا حصہ ہے قرار داد مقاصد کو دستور میں تمہید کی بجائے آئینی اور قانونی حیثیت دینا۔ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ میں شرعی اپیلنٹ بینچ کا قیام اسلامی حدود۔ قصاص ودیت۔ زکوٰۃ عشر۔ مرزائیوں کی دجالانہ سرگرمیوں پر مکمل پابندی کے آرڈیننس مرحوم کے ایسے نمایاں کارنامے ہیں جو رہتی دنیا تک تاریخ میں سنہری حروف سے ثبت رہیں گے شرعی عدالتوں کے صوابدیدی اختیارات کے علاوہ۔ قرار داد مقاصد کی قانونی اور آئینی حیثیت نے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ہاتھ اسلام کے حق میں مستحکم کر دیئے۔

جس کی بناء پر سود وغیرہ کے متعلق عدالتوں کے تاریخی فیصلے ریکارڈ ہیں۔ آٹھویں ترمیم نے ان اقدامات کو تحفظ دے کر سیکولرزم کے تابوت میں آخری کیل گاڑنے کا کارنامہ انجام دیا۔

محترما! یہ سب کچھ مغربی جمہوریت کے خلاف اسلامی جمہوریت کے قیام کے لیے علماء حق کی انتھک مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ بعض واقف کار اور معاملہ فہم حضرات کے قلم سے یہ چلے کہ علماء مغربی جمہوریت

لے ذریعہ اسلام رائج کرنے کی لاحاصل محنت کرتے رہے ـــ انتہائی تعجب انگیز اور علماء کے مساعی کی ناقدری کے مترادف ہے ۱۹۹۲ء کے انقلاب کے بعد سیکولرسٹوں کے ولولے پھر تازہ ہوگئے ہیں ۔ حقوق انسانی اور آٹھویں ترمیم کی آڑ میں دستور کے اسلامی دفعات کو سبوتاژ کرنے اور اکھاڑنے کی زبردست کوشش اور سازش ہو رہی ہے ایک طرف حزب اقتدار اور حزب اختلاف عملی طور پر ان کی حوصلہ افزائی کرکے ملک کو تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں جو انتہائی خطرناک چال ہے ـــ اور دوسری جانب کی عکاسی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے ہو رہی ہے ۔

؎ خانہ دیں خراب است کہ ارباب صلاح
در عمارت گری گنبد دستار خود اند

فالی اللہ المشتکیٰ ۔

۲ ۔ رہے ملک کے موجودہ ناگفتنی حالات ۔ آپ کو معلوم ہے کہ کسی ملک کی بربادی اور آبادی کا دارومدار امراء اور علماء کے صلاح و فساد پر موقوف ہوتا ہے ۔ پہلے طبقہ کے حالات کچھ اشارات کے ساتھ آپ کے مشاہدہ کے سامنے ہیں ۔ جب کہ دوسرے طبقہ کی مجرمانہ خاموشی نے اسے دو آتشہ بنا دیا قوم کی بدبختی ہے کہ اس حساس طبقہ کو اپنی ذمہ داری کا احساس باقی نہیں رہا ۔

؎ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اہل باطل کی بیداری اور اہل صلاح کی خوابیدگی کا نتیجہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔

؎ پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

علماء کی قیادت کو اپنی ذمہ داریاں جتلانے کی ضرورت ہے ۔

۳ ۔ رہی تیسری بات کہ ایسا طریق سیاست جو اسلامی انقلاب کا ذریعہ ہو ۔ معلوم نہیں اس میں ابہام کی بات کیا ہے ۔ جب کہ تمام انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا طریق سیاست اسلامی انقلاب ہی کا ذریعہ ہے ۔ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے وقت میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ذہنی اور عملی تربیت کا فرض انجام دیا ہجرت کے بعد سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر اور دوسرا کام مواخات اسلامی کے ذریعہ مہاجرین کی مشکلات کا حل اور تیسرا کام صحاب صفہ کی صورت میں دار العلوم کا قیام ہے ۔ آج بھی لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح

یہ اولیٰ ۔ کے تحت اسلامی انقلاب کے لیے یہی اسوۂ حسنہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رضاکاروں کی مکمل صحیح تربیت کے ساتھ ۔ تحریک کے مراکز مساجد اور دارالعلوم ہوں تاریخ گواہ ہے کہ دینی علم کے مراکز اور ائمہ مساجد و اہالیان مساجد ہمیشہ اسلامی انقلاب کا اصل سرمایہ اور منبع رہے ہیں ۔ میرے نزدیک کسی نئی تنظیم کا نتیجہ مزید تشتت اور انتشار کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا ۔ میں البتہ معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ مذکورہ بالا اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی جماعت اور تنظیم پر نظر ثانی اور محاسبہ ضروری ہے ۔ کہ رضاکاروں کی تربیت مساجد اور مراکز علم کے ساتھ ہمارا رابطہ اور تعلق کی کیفیت کیا ہے ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص ۔ کیا ہماری تنظیم میں قتال فی سبیل اللہ، بنیان مرصوص کی ہیئت کذائی کی کوئی صورت موجود ہے ۔ اگر نہیں ہے تو ضرورت ہے کہ تنظیم کی کمزوریوں کے ازالہ کی کوشش کی جائے ۔ اور اسے صحیح طور پر فعال بنایا جائے تمام مکاتب فکر کے اہل بصیرت علماء کرام جو ایک طرف تو ۔ لومۃ لائم کے خوف سے بے نیاز ہوں اور دوسری طرف لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کی صفت سے موصوف ہوں یعنی جو نہ ڈرتے ہوں اور نہ بکتے ہوں کا اعتماد حاصل کر کے انہیں تحریک کے ہراول دستے کے طور پر ساتھ لینا ہوگا ۔ اسلامی نظام کے تحفظ اور اسے رائج کرنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے والوں کی ملک میں کمی نہیں ضرورت انہیں منظم کرنے کی ہے کہ ایک ہی آواز پر کراچی سے مالاکنڈ اور قلات سے لاہور تک تمام مساجد اور مراکز میں زلزلہ برپا ہو اس وقت فوری طور پر قانون ساز اداروں کے نمائندوں کے لیے دستور کی دفعہ ۶۳/۶۲ میں اہلیت اور نااہلیت کی جو تعریف دی گئی ہے اسے قانونی طور پر نافذ کرانے کی جدوجہد کر کے اہل فساد پر اسمبلی کے دروازے بند کیے جائیں اسلامی انقلاب کے لیے یہ پہلا قدم ثابت ہوگا ۔

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

یمن خانہ جنگی کی لپیٹ میں

اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کے لئے امتحان

سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل نے ایک بیان میں کہا ہے کہ یمن کی لڑائی خلیجی ممالک کے لیے انتہائی باعث تشویش ہے خلیجی ممالک نے یمن کے متحارب گروپوں سے جنگ بندی کی اپیل کی ہے اور کہا کہ مسئلے کا پرامن حل تلاش کیا جائے۔ (جنگ لندن ۹/مئی)

گذشتہ تین ہفتوں سے سعودی عرب کے قریب ایک اسلامی ملک یمن میں دو مسلمان گروہوں کے درمیان خونریز جنگ چھڑ چکی ہے ۱۹۹۰ء میں شمالی اور جنوبی یمن کے درمیان اتحاد کی راہ نکل آئی تھی لیکن نہ جانے کس کی نظر لگ گئی کہ اس کے بعد محبت کی بجائے عداوت میں اضافہ ہوا۔ اور نفرت وکشیدگی کی وہ فضا تیار ہوگئی (یا کر دی گئی) کہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجہاد کا فتویٰ سنانے لگے اور دیکھتے دیکھتے دونوں نے ایک دوسرے پر حملے تیز کردیئے۔ یمن کا دارالحکومت صنعا اور دوسرے شہروں پر نہ صرف یہ کہ فضائی اور بری فوجوں نے بمباری کی بلکہ اسکڈ میزائلوں کا بھی استعمال ہوا۔ دونوں طرف کے سربراہ ایک دوسرے کے فوجی طیارے تباہ کرنے جنگی جہازوں کو غرق کرتے اور فوجیوں کو ہلاک کرنے کی خبریں نہایت فخر کے ساتھ سناتے ہیں جنوبی یمن کی فوج شمالی یمن کی فوج کو بزدل اور چوہے کی طرح بھاگ جانے والی کہتی ہے تو شمالی یمن جنوبی یمن کی فوج کو کمزور کہتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ عنقریب ان کا ہر شہر ہمارے قبضے میں ہوگا۔ دونوں جانب کے ریڈیو فوجی دھنوں کے ذریعہ اپنی اپنی وفادار فوجوں کو فتح پانے اور جام شہادت نوش کرنے کی تلقین ونصیحت کرتے ہیں۔ تعالی اللہ المشتکی ع

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مشرق وسطی کے نامہ نگاروں کے مطابق اب تک کسی فریق کو دوسرے پر پوری طرح برتری حاصل نہیں ہوسکی، دونوں فریق پروپیگنڈہ کی مہم میں مصروف ہیں اور کامیابیوں کے دعوے کر رہے ہیں۔ نامہ نگاروں کے مطابق یہ لڑائی ایک طویل جنگ کی صورت بھی اختیار کرسکتی ہے اور قریبی ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آسکتے ہیں جس پر سعودی وزیر خارجہ اپنی گہری تشویش کا اظہار بھی کرچکے ہیں۔

امریکہ سے نشر ہونے والے سی این این (CNN) اور برطانیہ کے اسکائی نیوز (SKY NEWS) اور دوسرے نشریاتی اداروں نے یمن میں ہونے والی خونریز جنگ کے کچھ مناظر دکھائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جانب سے بے دریغ اسلحہ استعمال ہوا ہے۔ مکانات ۔ دکانیں ۔ گاڑیاں اور بعض مساجد بھی اس جنگ کے نتیجے میں تباہ ہو رہی ہیں۔ اور لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان مناظر کو پہلی نظر میں دیکھنے والا یہ ہی سمجھتا ہے کہ یہ بوسنیا اور بوسنیا کے مسلمان ہیں جو اپنی جان بچانے کے لیے جائے پناہ کی تلاش میں ہیں اور ان کے چہروں پر خوف و ہراس طاری ہے ۔

امریکہ کے سابق صدر جارج بش نے نیا عالمی نظام ترتیب دینے کی جس سازش کا آغاز کیا تھا اس کے بعد عالم اسلام پر ایک نظر ڈالیے اور ایک ایک کڑی کو ملاتے جایئے تو صاف پتہ چلے گا کہ اس سازش کے تحت کئی اسلامی ممالک اعدائے اسلام کی سازش کے بالواسطہ اور بلاواسطہ شکار ہو چکے ہیں۔ خلیجی جنگ کے جس برتن کا ڈھکنا اٹھایئے اس میں مسلمانوں کا ہی خون نظر آئے گا۔ بوسنیا کے حالات سے کون ناواقف ہے ۔ مغربی حکمرانوں اور ان کے بھی آقاؤں نے بوسنیا کے مسلمانوں کے ساتھ جس بے رحمی ۔ درندگی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ وہ ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی نہیں ؟ صومالیہ میں امن کے نام پر اقوام متحدہ اور امریکہ بہادر نے جس خطرناک انداز سے داخل ہونے اور وہاں سے آگے بڑھنے کی سازش کی تھی کیا وہ بھی کوئی راز ہے ؟ ایران نے اگر یہ کہا ہے کہ یمن کی خانہ جنگی انہی اعدائے اسلام کی سازشوں کا نتیجہ ہے تو وہ غلط نہیں کہتے ۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور ہم ان سازشوں سے واقف بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے کا گریبان پکڑنا اور اسے تار تار کرنا ہم اسلامی ملک کے ساتھ ساتھ دین و اسلام کی بھی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں۔ کبھی یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ ایک دوسرے کا گریبان چاک کرنے سے نقصان صرف عالم اسلام کی مجموعی قوت کو پہنچے گا ۔ اعدائے اسلام عالم اسلام کی مجموعی قوت کو مفلوج کرنا چاہتی ہیں۔ اور ہم ان کی سازشوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے خون سے کھیلنا بہادری اور فخر سمجھتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ سابق سوویت یونین نے پوری ڈھٹائی اور قوت کے ساتھ افغانستان پر قبضہ کرنا چاہا لیکن افغانستان کے مجاہدوں نے اتحاد و اتفاق کا وہ منظر پیش کیا اور اس خوبی کے ساتھ میدان عمل میں اترے کہ سرخ فوج کو نہ صرف یہ کہ عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا بلکہ وہ ملک ہی عالمی نقشے سے مٹ گیا جس نے افغانستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کی تھی اسی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ۔ لیکن جب افغانستان کے مجاہدوں نے آپس میں ہی ایک دوسرے کا گریبان پکڑا ۔ تو وہ تباہی پھیلی کہ الامان والحفیظ ۔ اس وقت بی بی سی کے ایک نمائندے نے افغانستان کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کے مسلمانوں کو سابق

سوویت یونین کی فوج اور ان کے حملوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا خود ان کے آپس کے جنگ سے پہنچا ہے۔

اس وقت یمن کا حال بھی اس سے مختلف نہیں۔ امریکہ کے فوجی رہنما اور سفارت کار یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ دونوں میں سے کوئی بھی فریق لڑائی نہیں جیت سکتا۔ اس لیے یمن کے تنازع کا سیاسی حل تلاش کیا جائے۔ (جنگ لندن ۹ رمئی) اس میں بتلایا گیا کہ یمن کے دونوں فریق آپس میں سالہا سال تک بھی لڑتے رہیں، کسی (بھی دوسرے پر برتری نہیں مل سکتی (البتہ مسلمانوں کا جو نقصان ہوگا اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا) اور پھر سیاسی حل تلاش کرنے والے بھی دور نہیں۔ انتظار میں ہیں کہ موقع ملتے ہی امن کے نام پر اپنی فوجیں اتار دیں اور پھر ایک دوسرے پر خوف مسلط کر کے ہمیشہ کے لیے ان کی نگرانی کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ان خطرناک حالات میں بھی یمن کے وزیر خارجہ اور عرب لیگ کے رہنما اپنے اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یمن کے وزیر خارجہ محمد سالم کہتے ہیں کہ یہ لڑائی یمن کا داخلی معاملہ ہے اس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جب کہ قاہرہ میں عرب لیگ کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ یمن کی خانہ جنگی میں مداخلت نہیں کی جائے گی (جنگ ۹/ مئی)

قبل اس کے کہ اقوام متحدہ کے مسٹر بطرس غالی اپنے آقاؤں کے اشارہ پر اقوام متحدہ کی امن فوج لے آئے عرب لیگ کے رہنماؤں سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ فضول جنگ کو ختم کرانے کے لیے صرف عرب کا نہیں بلکہ عالم اسلام کے وزرائے خارجہ کا ایک ہنگامی اجلاس بلائے۔ اور یہ اجلاس بھی صرف قرار دادوں کو پاس کرنے کے لیے نہیں بلکہ عملی قدم اٹھانے کے لیے ہو۔ کیونکہ یمن کی اس خانہ جنگی کا نقصان اور دکھ صرف عرب کو نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

ادارہ

علمی خبرنامہ

القول الحسن فی رد علی ابکار المنن

گذشتہ دنوں لاہور سے ادارۃ العلم والتحقیق کی تازہ مطبوعہ کتاب "توضیح السنن شرح آثار السنن" مولفہ مولانا عبدالقیوم حقانی میسر ہوئی ماشاء اللہ علم حدیث کی اعلیٰ خدمت انجام دی ہے اس وقت اس کی بہت ضرورت تھی، خداوند قدوس حسن قبول سے نوازے ص۶۹ پر جلد ثانی کے ساتھ تحفۃ الاحوذی کے مصنف علامہ مبارکپوری کی ابکار المنن فی تنقید علی آثار السنن کا جواب لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا گیا ہے اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ابکار المنن کی تردید میں القول الحسن فی الرد علی ابکار المنن لابن شوق نیموی امید ہے کہ آپ کی نظر سے گزری ہوگی اس سے ضرور استفادہ کرلینا چاہیئے۔ اس کے شروع میں مولانا عبدالرشید فوقانی ابن علامہ محدث شوق نیموی لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۹۲۴ء میں القول الحسن کا ایک قلمی نسخہ مولف ابکار المنن علامہ مبارکپوری کو بھیج دیا تھا تاکہ وہ اسے بچشم خود دیکھ لیں اور وہ القول الحسن کا جواب لکھنا چاہیں تو لکھدیں کتاب کی طباعت ملتوی رہی آخر کار ۱۹۶۳ء میں مطبع نامی لکھنو سے طبع کرایا گیا احقر کے اس خاندان کے ساتھ ۱۹۲۶ء سے مراسم چلے آرہے ہیں مولانا عبدالمغنیت نیموی جو علامہ شوق نیموی کے اقرباء میں سے ہیں ان سے زیادہ تعلق رہا ہے اور مسلسل سلسلہ مکاتیت رہا موصوف نے ۱۹۴۷ء میں آثار السنن کے چند نسخے بندہ کو ارسال کیے تھے اس وقت اہل علم حضرات اس سے متعارف نہیں تھے اس دوران احقر نے آثار السنن حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب سے سبقاً پڑھی تھی بہرحال القول الحسن اگر آپ کے پاس نہ ہو تو حسب ارشاد کتب خانہ مدرسہ سے بطور مستعار بھیج دیا جائے گا۔

مکتوب ثانی: القول الحسن فی الرد علی ابکار المنن ارسال خدمت ہے۔ توضیح السنن شرح آثار السنن مرتب فرماکر اس کی اشاعت سے آپ کا طلبہ حدیث پر ہی نہیں علماء مدرسین پر بھی عظیم احسان ہے کیونکہ اس دور میں اہل علم اور علماء کے متجددین بوجہ تساہل وسہل انگاری تحقیق وتفتیش کی کاوش سے عاری ہورہے ہیں، اور آثار السنن پڑھانے والے اساتذہ بھی لفظی ترجمہ میسر ہوتے پر ترجمہ والی کتاب سامنے رکھتے ہیں اب ان

تمام حضرات کے لیے عمدہ ترین شرح میسر آگئی ہے جس میں مسائل کے تمام پہلوؤں کو واضح کر دیا گیا ہے اور مزید تحقیق کا شوق رکھنے والوں کے لیے بھی ایک سمت متعین ہوگئی ہے القول الحسن سے آپ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ابکار المنن کے رد میں استفادہ کر سکتے ہیں ۔

نیاز آگین محمد رمضان شوق ناظم اعلیٰ مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد

اشاریہ قرآنی مضامین کی اشاعت کا پروگرام

اردو کے معیاری رسائل کے قرآنی مضامین کا اشاریہ (مرتبہ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی) ششماہی علوم القرآن کے سابق شماروں میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے ۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ادارہ علوم القرآن نے اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اس وقت یہ کام نظرثانی کے مرحلہ میں ہے ۔ اسے خوب سے خوب تر بنانے کے سلسلہ میں قارئین کے گراں قدر مشوروں سے ادارہ کو بڑی مدد ملے گی ۔ (ادارہ علوم القرآن علی گڑھ)

قرآن کریم کا سب سے چھوٹا نسخہ

کوچین ۱۴- جون رمیا تھاڈم کے باشندے حسین نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے پاس کلام پاک کا سب سے چھوٹا نسخہ ہے ۔ اس نسخے کی لمبائی ۲/۲ سینٹی میٹر، چوڑائی ۱/۷ سینٹی میٹر اور موٹائی ۱/۲ سینٹی میٹر ہے دنیا کا سب سے چھوٹا نسخہ ۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے ۔ مسٹر حسین کے پاس اس کلام پاک کے چھ نسخے تھے جن میں سے چار نسخے انہوں نے قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کو ہدیہ میں دے دیئے ۔ مسٹر حسین یہ نسخے مسقط سے لائے تھے جہاں وہ بجلی کی دوکان چلاتے تھے چند مقامی صحافیوں نے قرآن کے ان نادر نسخوں کو دیکھا ان کا خیال ہے کہ یہ دنیا کے سب سے چھوٹے نسخے ہیں

قرآن پاک کا چینی ترجمہ

پاکستان میں قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے ۔ راولپنڈی سے شائع ہونے والے اخبار روزنامہ ”جنگ“ کی خبر کے مطابق یہ ترجمہ اسلام آباد کی دعوت اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی نے شائع کیا ہے ۔ اکیڈمی کی ایک اطلاع کے مطابق چینی زبان میں ترجمے والے قرآن مجید کے نسخے پوری دنیا میں تقسیم کیے جائیں گے ۔

(قومی آواز، دہلی ۱۵ / جولائی ۱۹۹۲ء)

روسی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ

روسی مصنف ڈیرانے آٹھ سال کی مسلسل کوشش کے بعد قرآن پاک کے دو تہائی حصہ کا روسی زبان میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے ۔ اس سے قبل کچھ پاروں کا ترجمہ ۱۹۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے جس کی روسی مسلمانوں

سنے بڑی پذیرائی کی تھی۔ ۸۰ سال بعد روسی زبان میں یہ پہلا مستند ترجمہ ہوگا۔ یہ ۷۵ ملین مسلمانوں کے لیے ایمان واعتقاد کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ واضح رہے کہ ڈیلر نے ۱۶ سال قبل عیسائیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کرلیا تھا۔ (تعمیر حیات، لکھنؤ، ۲۵ اپریل ۱۹۹۳ء)

قرآنیات پر انگریزی میں شائع شدہ مواد کی ببلوگرافی کی اشاعت

موجودہ دور میں مختلف موضوعات پر ببلوگرافی (کتابیات) کی تیاری میں دلچسپی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس کی اصل وجہ طلبہ، اساتذہ ومحققین کے لیے اس کی عظیم افادیت ہے۔ مختلف زبانوں میں قرآنیات پر بھی کتابیات کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ انگریزی میں قرآنیات پر ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی (ریڈر شعبہ انگریزی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی زیر ترتیب ببلوگرافی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس ببلوگرافی میں ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۲ء کے دوران انگریزی میں قرآنیات پر شائع شدہ کتب ومقالات کا احاطہ کیا جائے گا۔ یہ ببلوگرافی اسلامک فاؤنڈیشن (لیسٹر برطانیہ) کے ترجمان مسلم ورلڈ بک ریویو MUSLIM WORLD BOOK REVIEW میں قسط وار زیر اشاعت ہے۔ اس کا پہلا حصہ جو کتابوں سے متعلق ہے اس مجلہ کے شمارہ ۱۳/۳ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوچکا ہے۔ باقی دو حصے مقالوں سے متعلق ہیں وہ بھی اشاعت کے لیے تیار ہوچکے ہیں۔ اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ توضیحی ANNOTATED ہے۔ ہر کتاب سے متعلق طباعت واشاعت کی ضروری معلومات فراہم کرنے کے علاوہ اس کی نوعیت وخصوصیت بھی مختصراً واضح کی گئی ہے۔ (مسلم ورلڈ بک ریویو ۱۳/۲ ۱۹۹۳ء)

احمدیہ تحریک برطانوی یہودی روابط

احمدیہ تحریک پر پنجاب سی۔آئی۔ڈی کی خفیہ رپورٹ پہلی بار انڈیا آفس لائبریری کی مستند دستاویزات میں احمدیہ تحریک کا تذکرہ، برطانوی سامراج اور یہودیت سے خفیہ روابط کی داستان، قومی تحریکوں اور پاکستان کے خلاف سازشیں، ظفر اللہ کا پاکستان مخالف آئینی منصوبہ (۱۹۴۵ء)، قادیانی پاکستان بننے کے بعد سر ظفر اللہ کو محض وزیر اعلیٰ پنجاب بنانا چاہتے تھے۔ ظفر اللہ کا بطور وزیر خارجہ کا کردار۔ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت کی تحریکوں کا ایک جائزہ، مرزا طاہر احمد کے کہنے پر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اور صوبائی اسمبلی کے امیدواروں کی فہرست میں ۷۰ فی صد تبدیلی کی۔ مارچ ۱۹۸۴ء میں امریکی سفارت کاروں نے مرزا طاہر احمد کو خبردار کردیا کہ صدر ضیاء الحق تمہیں ٹھکانہ لگانے کا منصوبہ بناچکے ہیں

(مرزا طاہر احمد کا انکشاف) ۔ کشمیر، کابل، بلوچستان اور عالمی سطح پر قادیانی سازشوں کا احوال ۔ قادیانیت کی سیاسی تاریخ ۔ جامع تجزیہ ۔ اہم حقائق ۔ اس کے مؤلف جناب بشیر احمد صاحب ہیں ۔ اسلامک سٹڈی فورم پوسٹ بکس ۱۲۷۵ راولپنڈی کی پیش کش ہے ۔

قرآن کریم کا نیا انگلش ترجمہ

قرآن کریم کا ایک نیا انگلش ترجمہ سامنے آیا ہے جو مدینہ یونیورسٹی کے فاضل استاد الشیخ تقی الدین ہلالی اور محترم ڈاکٹر عبد المحسن خان نے مل کر کیا ہے یہ ترجمہ آٹھویں صدی ہجری کے معروف مفسر حافظ ابن کثیرؒ کی تفسیر قرآن کریم کو سامنے رکھ کر اس کے خلاصہ کے طور پر کیا گیا ہے اور آج کی آسان اور عام فہم انگریزی زبان میں ہے قرآن کریم کے اسی انگلش ترجمہ کا ایک ایڈیشن محدود تعداد میں ورلڈ اسلامک فورم نے بھی شائع کیا ہے جو فورم کی طرف سے اسلامک پوسٹل کورس میں شریک ہونے والے طلبہ کو بطور ہدیہ دیا جا رہا ہے ۔ انشاء اللہ)

(ابو عمار زاہد الراشدی)

سیّدنا ابوطلحہ انصاریؓ

مسلمان اور مشرکینِ عرب ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔ جیت صاف مسلمانوں کی تھی راستے میں میدانِ جنگ کا نقشہ بدلا، مسلمانوں کی فوج کا وہ حصہ جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے تحت تھا اپنی جگہ سے ہٹا۔ مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہاڑی راستے پر حفاظت کے لیے کھڑا کیا تھا۔ ان لوگوں نے سوچا اب جنگ ختم ہو چکی ہے تو اپنی جگہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کے بیچ میں چلے جائیں جہاں مالِ غنیمت جمع کیا جا رہا تھا اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔

کافروں کے ایک دستے نے دیکھا کہ حفاظتی دستہ اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ تو گھوم کر وہاں پہنچے اور اس حصہ کو گھیرے میں لے لیا جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے اپنی فوجوں کو لڑا رہے تھے۔ یہ جنگ کا وہ نازک لمحہ تھا جب بازی اِدھر یا اُدھر ہو سکتی تھی۔ کافروں کا حملہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا۔ مسلمان اس وقت میدانِ جنگ میں پھیلے ہوئے تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بہت کم لوگ رہ گئے تھے لیکن یہی جاں نثار اپنی جگہ ڈٹ گئے اپنے نبیؐ کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سپر ہو گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ کافر بڑھے چلے آ رہے تھے اور مسلمان انہیں روک رہے تھے۔ کبھی کبھی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر یہ منظر دیکھ لیتے تھے۔ اس وقت ایک آواز سنائی دیتی...... میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرۂ مبارک پر نثار! اور پھر اللہ کا وہ سپاہی جس کی آواز تھی اپنے پیمبر کے لیے ڈھال بن جاتا اس دن ایک دو نہیں تین کمانیں اس کے ہاتھوں میں ٹوٹیں۔ تیر تھے کہ دشمن کے لیے موت کا پیام لے کر ان کی چٹکی سے نکلتے۔ اس روز حملہ آوروں کا منہ پھیر دینے میں اس مجاہد کا بڑا ہاتھ تھا...... یہ مجاہد حضرت ابوطلحہ انصاریؓ تھے۔ دوسری بیعتِ عقبہ کے نقیب۔ بنو خزرج کے رئیس۔ خاندانِ نجار کی آبرو۔ حضرت ام سلیمؓ کے شوہر اور حضرت انسؓ بن مالک کے سرپرست! مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ ہوا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی! حضرت ابوطلحہؓ کے مقام کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُحد کی لڑائی کے بعد اُن کا بایاں ہاتھ زندگی بھر کے لیے بیکار ہو گیا تھا۔ یہی تھا جس پر وہ ان تیروں

کی بارش روک رہے تھے جو رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہی تھی۔ یہ ہاتھ مسلمانوں کے لیے بڑا مقدس ہاتھ جس نے میدانِ اُحد میں تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ ابوطلحہؓ کی عمر اس وقت چوبیس پچیس سال کی تھی۔ اوسط قد تھا، سانولی رنگت۔ مدینے میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر جاتے۔ کھانے کا وقت ہوتا اور کوئی چیز کھانے کے لیے پیش کی جاتی تو خوشی سے کھاتے۔ کبھی دوپہر میں ان کے گھر کو رونق بخشتے۔ تو تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلیمؓ رشتہ میں آنحضرتؐ کی خالہ ہوتی تھیں رشتہ دور کا سہی لیکن حضورِ اکرمؐ ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ انہی کی وجہ سے حضرتِ انسؓ کو بارگاہِ نبویؐ کا خادم بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

رسالتِ پناہؐ کی ذات سے حضرت ابوطلحہؓ کو بے پناہ عقیدت تھی۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تمام لڑائیوں میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ سفر میں اُن کا اونٹ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے سب سے زیادہ قریب ہوا کرتا تھا۔ گھر میں جب بھی کوئی چیز آتی ہے تو حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضرور تحفہ بھیجتے۔ کبھی کبھی تو بہت معمولی چیزیں بھیجی جاتیں۔ خرگوش کی ایک ران، تھوڑے سے خرمے غرض جو کچھ بھی ہوتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خوشی سے ان کی نذر قبول فرما لیتے۔ قدر افزائی کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ حج کے لیے تشریف لے گئے اور منیٰ میں بال ترشوائے تو داہنی طرف کے بال تو کئی لوگوں میں تقسیم فرمائے لیکن بائیں طرف کے تمام موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو عنایت ہوئے۔ اس امتیاز پر کوئی ان کی خوشی دیکھتا! معلوم ہوتا تھا کہ دوعالم کی دولت ان کے حصے میں آئی تھی۔

جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر نومولود کو چٹائی اور نام رکھا۔ ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے بچوں میں سب سے پہلے یہ شرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حاصل ہوا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔

انہی عبداللہؓ سے حضرت ابوطلحہؓ کی اولاد پھیلی اور بھی لڑکے ہوئے لیکن وہ بچپن ہی میں مر گئے دوسرے لڑکے حضرت اسحٰق تھے جن کے لڑکے یحییٰ مشہور محدث گزرے ہیں۔

مسجدِ نبویؐ کے بالکل سامنے ایک جگہ تھی بیرحا۔ یہاں حضرت ابوطلحہؓ کی کچھ زمین تھی۔ بڑی زرخیز اور شاداب زمین تھی! اس میں ایک کنواں تھا۔ مدینے کا مشہور کنواں۔ نہایت میٹھا پانی تھا۔ اس میں سے ایک خاص مہک آتی تھی۔ رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کنویں کا پانی پیا کرتے تھے اور بہت شوق سے پیتے تھے۔ جب حکم آیا کہ:—— لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

یعنی جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو بہت زیادہ عزیز ہے تو نیکی کو نہیں پا سکتے ——— تو سب صحابۂ کرامؓ نے اور بالخصوص انصار کے بڑے آدمیوں نے جو جس کے پاس تھا راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے بھی وہ زمین اور کنواں وقف کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو بہت خوش ہوئے فرمایا۔ اسے عزیزوں میں تقسیم کر دو!

ایک وہ دور تھا کہ ابو طلحہؓ کی شراب کی محفلیں مدینے سے باہر بھی مشہور تھیں یا اسلام لانے کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا کہ جو کچھ تھا راہِ خدا میں لٹا چکے تھے۔ فقر و فاقے میں زندگی بسر ہونے لگی۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مسافر آیا۔ اس کے ٹھہرنے کا کہیں انتظام نہیں ہو رہا تھا۔ ارشادِ نبویؐ ہوا کہ ——— اسے جو مہمان رکھے گا خدا اس پر رحم کرے گا۔ حضرت ابو طلحہؓ سب سے پہلے اٹھے۔ مہمان کو ساتھ لیا۔ گھر پہنچے۔ بیوی سے پوچھا ——— آج کھانے پینے کا کیا انتظام ہے بتایا گیا کچھ نہیں۔ بس اتنا ہے کہ بچوں کے لیے کچھ پکا لیا گیا ہے۔ فرمایا ——— بس یہ کافی ہے۔ کسی طرح بچوں کو سلا دو۔ بچے سو گئے تو چراغ بجھا دیا۔ اور جو کھانا تھا مہمان کے آگے رکھ دیا۔ میاں بیوی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے اور جھوٹ موٹ منہ چلاتے رہے۔ سارا گھر فاقے سے تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے تھے لیکن کچھ پروا نہ تھی۔ صبح بارگاہِ نبویؐ میں پہنچے تو ارشاد ہوا کہ ——— رات تمہارے ایثار سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا!

حضرت ابو طلحہؓ انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کوئی چالیس سال تک زندہ رہے۔ کیسے چالیس سال کہ تصور کر کے عبرت ہوتی ہے۔ کوئی تیس سال کی عمر سے لے کر ستر برس کی عمر تک یعنی جب انتقال ہوا اس وقت تک مسلسل روزے رکھتے۔ سوائے ان دنوں کے جب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ زندگی کے دیگر معمولات کا اس کے کیا ذکر ہو۔ عمل ایسا اور علم کا یہ حال کہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ——— وہ اُن صحابۂ کرام میں سے تھے جن کے علم و فضل کا دور دور چرچا تھا۔ ہجرت کے بعد برابر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہا۔ بانوے ۹۲ حدیثیں اُن سے نقل کی گئی ہیں۔ اس بارے میں وہ بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ خدا نے اُن کے بیٹوں پوتوں کو بھی یہ فضیلت دی تھی کہ اپنے وقت میں علم حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔

حضرت ابو طلحہؓ کی بیان کی ہوئی اکثر حدیثیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لڑی جانے والی جنگوں کے بارے میں ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ شریک رہے۔ بدر، احد، خیبر اور حنین میں اُن کی جنگی صلاحیتیں غیر معمولی طور پر نمایاں ہوئیں۔

ہجرت کا ابتدائی دور اہل مدینہ کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ مشرکین مکہ نے مدینے کے منافقوں اور یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا تھا۔ آئے دن یہ خبریں پھیلتی رہتی تھیں کہ مکہ والے شبخون ماریں گے۔ رات کے حملوں کا خیال کر کے مظلوم مسلمان پریشان رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رات گزری تھی کہ شور و غل اٹھا کہ ——— مدینے پر حملہ ہونے والا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حجرے سے باہر تشریف لے آئے۔ صورتِ حال معلوم ہوئی تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں حضرت ابو طلحہؓ بھی تھے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے آئے تھے اور حملہ آوروں سے نمٹنے کے لیے ہر طرح تیار تھے۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو طلحہؓ کا گھوڑا لیا سوار ہوئے اور تن تنہا مدینے سے باہر چلے گئے۔ اپنے فدائیوں کی حفاظت کا کس قدر غیر معمولی خیال تھا کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا۔ حضرت ابو طلحہؓ سے رہا نہ گیا پیچھے پیچھے چلے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ دیکھا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں حضرت ابو طلحہؓ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا کہ ——— خوف کی کوئی بات نہیں! اطلاع عام ہو گئی! سب لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ حضرت ابو طلحہؓ بڑے خوش ہوئے تھے کہ اُن کا گھوڑا بڑا مبارک ثابت ہوا کہ اللہ کے رسولؐ نے اس پر سواری فرمائی اس موقع پر ان سے ارشاد ہوا کہ ——— ابو طلحہؓ! تمہارا گھوڑا بڑا تیز رفتار ہے! ایک جاں نثار کے لیے یہ بڑا اعزاز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بہت عاشقانِ رسول ایسے تھے۔ جن کا دل مدینہ میں بالکل نہیں لگتا تھا۔ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات یاد آتی اور دل کو تڑپاتی رہتی تھی۔ بہت سوں نے شام ہجرت کی۔ انہی میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابو طلحہؓ انصاری بھی تھے۔ ان غم زدہ دل کے دل جب دوری سے گھبراتے تو رات دن کا سفر کر کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوتے اور رو رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو آگے رہنے اور نمایاں ہونے کا کبھی خیال نہیں کرتے تھے۔ جو کچھ کرنا ہوتا چپ چاپ کر دیتے۔ جب بیرحا کی قیمتی زمین اور کنواں وقف کیا تو قسم کھا کر کہا ——— یہ بات اگر چھپ سکتی تو میں کبھی ظاہر نہ کرتا۔ حکم ہے کہ ——— راہِ خدا میں اس طرح خرچ کرو کہ دائیں ہاتھ سے خرچ ہو تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہونے پائے۔ حضرت ابو طلحہؓ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ ویسے صدقہ و خیرات اگر ظاہری طور پر بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ

مقصد دوسروں کو انفاقِ فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہو۔

حضرت ابوطلحہ رضہ نے بڑی خاموشی سے زندگی بسر کی۔ سارا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارا کسی دنیاوی اعزاز کی کبھی خواہش نہ کی۔ چاہتے تو ہر خدمت انہیں مل سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ میں شام ہی میں رہے۔ حضرت عمر رضہ کے انتقال سے کچھ دنوں پہلے مدینہ آئے پھر واپس شام چلے گئے۔

ستّر برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بھی اس حال میں کہ گھر بار اور بچوں سے دور تھے۔ ایک تو بڑھاپا اس پر چالیس سال مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی تھی مگر ایمان ایسا مضبوط تھا کہ ایک دن گھر پر بیٹھے کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ سورۂ توبہ کی ایک آیت نے جہاد کا ولولہ تازہ کر دیا۔ بولے ——— خدا نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے۔ میرے لیے سامانِ سفر تیار کر دو! کسی نے کہا ——— خدا آپ پر رحم کرے۔ عہدِ نبوی کی تمام لڑائیوں میں آپ شریک ہو چکے ہیں، شیخین کے زمانے میں آپ نے برابر جہاد میں حصّہ لیا۔ اب اس حال میں آپ گھر میں بیٹھے رہیئے ہم لوگ جہاد پر جاتے ہیں۔ لیکن شوقِ جہاد اور شوقِ شہادت کہاں رکنے دیتا تھا۔ ایک سمندری لڑائی میں شریک ہونے نکلے۔ جہاز ہی پر انتقال فرمایا۔ ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا تو انہیں سپردِ خاک کیا گیا۔ مجاہد لوٹ رہے تھے تو ان کا یہ جملہ سب کے کانوں میں گونج رہا تھا کہ ——— اللہ تعالیٰ نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے!

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT - 4 / 88 - PID - Islamabad

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- کشمیر میں بھارتی مظالم / قاری تنویر احمد شریفی۔
- سلمان رشدی برطانیہ کا ایجنٹ ہے / محمد اسلم رانا
- الحق کی سبقت وصداقت پر ہدیہ تبریک / حافظ امیر احمد کراچی
- قارئین کے تاثرات / مزمل حسین پروفیسر محبوب الرحمان۔ مولانا بشیر احمد
- وفیات / مولانا محمد یعقوب عابد۔ حافظ منظور الٰہی صدیقی

کشمیر میں بھارتی مظالم

مکرمی! کشمیری مظالم کے حوالے سے چند خصوصی خبریں برائے اشاعت ارسال خدمت ہیں۔

- نئی دہلی پی پی اے کے حوالے سے خبر چھپی ہے کہ مقبوضہ کشمیر سے اغواء کی گئیں پانچ نوجوان مسلمان طالبات کو آندھرا پردیش کے قصبہ سے برآمد کر لیا گیا ہے تاہم پولیس اپنا سارا زور اس حقیقت کو تبدیل کرنے میں صرف کر رہی ہے کہ مغوی لڑکیاں کشمیری طالبات نہیں ہیں تفتیش کے دوران ملزمان نے بتایا کہ مذکورہ پانچوں کشمیری لڑکیاں ان کے تین دوستوں نے انہیں فروخت کی ہیں جو فوجی اہلکار ہیں اور گزشتہ دنوں مقبوضہ کشمیر میں تعینات تھے ذرائع نے بتایا کہ لڑکیوں کے جسموں پر تشدد کے واضح نشانات موجود ہیں اور ان میں سے دو لڑکیاں صدمہ کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھی ہیں۔

- کشمیر نیوز نے بین الاقوامی میڈیا اور براہ راست ملنے والی اطلاعات سے بھارتی مظالم کے اعداد و شمار دیتے ہوئے بتایا ہے کہ جنوری فروری ۱۹۹۲ء کے دوران گھر گھر تلاشی کی کاروائیوں میں بھارتی افواج نے ۳۰۰ کشمیری خواتین کو اجتماعی عصمت دری کا شکار بنایا جولائی ۱۹۸۹ء سے فروری ۱۹۹۲ء تک بھارتی افواج نے کشمیر میں جو مظالم ڈھائے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

شہید کیے گئے کشمیریوں کی تعداد ۲۵۵۲ء۔ زخمی ہونے والے کشمیریوں کی تعداد ۶۹۸۲۹

اجتماعی عصمت دری کا شکار خواتین ۷۲۱۰۔ گرفتار کشمیریوں کی تعداد ۷۱۴۲۷

مکانات اور جلائی جانے والی دکانوں کی تعداد ۱۸۱۲۵۔

(قاری تنویر احمد شریفی کراچی)

سلمان رشدی برطانیہ کا جاسوس ہے

پیرس (اپ س) فرانسیسی رسالے پیرانج نے اپنے حالیہ شمارے میں انکشاف کیا ہے کہ سلمان رشدی برطانیہ کا جاسوس ہے۔
اس نے اپنی کتاب شیطانی آیات برطانوی جاسوسی ادارے کے حکم پر لکھی رسالہ لکھتا ہے کہ برطانیہ سلمان رشدی کے حفاظتی انتظامات پر سالانہ ۳۰ لاکھ فرانک خرچ کرتا ہے رسالے نے سوال کیا ہے کہ انگریز قوم بڑی کنجوس ہے جہاں اسے فائدہ نہ ہو وہ ایک فرانک بھی صرف نہیں کرتی اس لیے اگر رشدی برطانیہ کے مفادات کی خدمت نہیں کرتا تو پھر اس پر اتنی رقم خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (محمد اسلم رانا ایڈیٹر المذاہب)

ماہنامہ الحق کی سبقت و صداقت پر ہدیۂ تبریک

ماہنامہ الحق نے اپریل کی اشاعت میں سیاسی قیادت کا کردار کے عنوان سے جینجو کے امریکہ ہسپتال میں عیسائی نام JOHN BixBY سے داخل ہونے اور مرنے کی خبر دی تو ساتھی حیرت زدہ تھے مگر اتنی اہم اور واقعاتی خبر نہ تو کسی جریدے نے شائع کی اور نہ اخبارات میں چھپ سکی الحق کے مراسلہ نگار نے بھی کوئی موثق حوالہ نہیں دیا تھا اس لیے احباب ریب و تردد میں تھے اب جب کہ یہ خبر انگریزی اخبار WEEKLY-FAETS میں باقاعدہ کمپیوٹر رپورٹ کے ساتھ باحوالہ چھپ چکی ہے جس کی فوٹو کاپی ملفوف ہذا ہے تو ہمیں الحق کی صداقت، بروقت انتباہ اور گرفت پر پہلے سے زیادہ یقین ہونے لگا ہے۔
ہم حیران ہیں کہ جب ہمارے لیڈروں کا یہ حال ہے نہ خدا کا خوف اور نہ ضمیر کی ملامت کی پرواہ، نہ خالق کا ڈر اور نہ مخلوق کے احتساب کا اندیشہ، پھر اس ملک کی سمتِ قبلہ کا کیا ہوگا جینجو جیسے نیک شہرت والے انسان بھی اس کردار کے حامل رہے تو دوسروں کا کردار تو اس سے برا ہوگا اس حمام میں سب ننگے ہیں۔
بہرحال الحق کی صداقت و سبقت پر دلی مبارکباد قبول فرماویں۔ (حافظ امیر احمد کراچی)

الحق کے مضامین اور قارئین کی دلچسپی

ماہنامہ الحق کا تازہ شمارہ موصول ہوا اداریہ پڑھا بہت پسند آیا ملحد اور بے دین حکمرانوں کی کارستانیوں پر بہت افسوس ہوا، اسلام کے بنیادی عقائد اور قطعی نصوص کا انکار ہر آنے والی حکومت کا وطیرہ بن چکا ہے، حضرت والا! آخر اس الحاد کا علاج کیا ہے؟ مسلمانوں کو دریں حالات کیا کردار ادا کرنا چاہیئے؟
الحق کے تازہ شمارہ میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کا درسِ ترمذی شریف بہت پسند آیا اور احباب نے بہت پسند کیا۔ بالخصوص متعہ کے بارے میں تفصیلی جائزہ اور دلائل اور بحث اور درسی تقریر بہت زیادہ نافع رہی اللہ پاک اجر دے اگر یہ سلسلہ آئندہ بھی چلتا رہا تو ہم گنہگاروں کو بھی علم الحدیث سے استفادہ کا موقع ملتا رہے گا الحق میں بھی مستقلاً درس حدیث کے شروع کی ضرورت

تو بہر حال ملحوظ رکھنی چاہیئے ۔ (مزمل حسین خوشاب)

- مجلہ الحق کا ہر ماہ انتظار رہتا ہے الحمدللہ اب مجلہ کا معیار بہت بڑھ گیا ہے۔ (پروفیسر محبوب الرحمٰن کشمیر)
- شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد مکی صاحب مدظلہ مدرس حرم شریف ماہنامہ الحق کو بے حد پسند کرتے اور اہل علم و اہل اسلام کے لیے اس کا مطالعہ ضروری قرار دیتے ہیں ۔ (مولانا بشیر احمد الہ آبادی رحیم یار خان)

وفیات

مولانا محمد یعقوب عابد، خطیب، مہتمم، استاذ الحدیث جامعہ رحمانیہ جہانیاں ضلع خانیوال قضائے الٰہی سے مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء انتقال فرما گئے ہیں مرحوم نے سترہ ۱۷ سال تک علاقہ جہانیاں میں دین کی خدمت عظیم کی جامعہ رحمانیہ ان کی حسین یادگار ہے جس میں درجہ فارسی سے لے کر دورہ حدیث شریف تک تعلیم کا مفت اور معقول انتظام ہے ۵۰۰ طلباء و طالبات مصروف تعلیم ہیں ۔ بیس ۲۰ اساتذہ کرام ہمہ وقتی مصروف تدریس ۔ احباب ۔ متعلقین، تلامذہ اور علماء اور الحق کے قارئین سے دعا کی درخواست ہے ۔

ناظم : جامعہ رحمانیہ جہانیاں خانیوال ۔

مارے منجھلے بہنوئی عزیزی حافظ منظور الٰہی صدیقی سلمہ اللہ تعالیٰ کی جواں سال بچی ۲۶ جون شام (جمعہ) اچانک انتقال کر گئی ۔ عزیزہ انتہائی سعادت مند ہونہار اور نیک بخت بچی تھی۔ ہماری والدہ مخدومہ سمیت ہم سب کیلئے یہ انتہائی صدمہ ہے ۔ دعاؤں کی درخواست ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون　اللھم اغفرلھا وارحمہا۔

(مولانا سعید الرحمٰن علوی)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۝

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

ولی کامل حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع جالندھر کی بستی اسماعیل پور کی شاخ سنگووال میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام کریم بخش تھا۔ آپ کے دادا فتح دین اور نانا غلام غوث اپنے علاقے کے معروف بزرگ تھے۔

آپ کے والد تجارت کرتے تھے ایک مرتبہ تجارت میں اس قدر خسارہ ہوا کہ موصوف وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک گاؤں میانکوٹ میں رہائش پذیر ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم میانکوٹ میں آپ نے میاں دین محمد صاحب اور میاں عبدالرحیم سے قاعدہ بغدادی اور قرآن کریم ختم کیا۔ بعد ازاں آپ چھاپیاں والی کے پرائمری اسکول میں داخل ہو گئے۔ سکول کے ایک استاد سید محمد حیات نے اپنے ہونہار شاگرد فضل محمد کو پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہ سعید بخت بچہ علمی عظمت کی مسند پر رونق افروز ہوگا۔ استاد موصوف نے ہونہار شاگرد کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ آپ نے ۵ سالہ کورس تین سال میں مکمل کر کے اعلیٰ نمبروں میں کامیابی حاصل کی۔

آپ پرائمری سے فراغت کے بعد علم دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کو مولانا غلام محمد صاحب فاضل مظاہر العلوم سہارنپور کی شکل میں ''موضع'' ''مدرح پور'' میں ایک شفیق و مہربان اور لائق و قابل استاد مل گیا۔ آپ علوم شرقیہ کے ماہر اور جید عالم دین تھے۔ آپ نے استاد موصوف کی شاگردی اختیار کی اور نہایت جذبہ و شوق سے آپ نے ابتدائی عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں، تھوڑے عرصے کے بعد بعض ناگزیر گھریلو حالات کے باعث تعلیم سے کنارہ کش ہو گئے۔

والد ماجد کا انتقال ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آپ کے والد ماجد کے انتقال کا حادثہ پیش آیا یہ حادثہ فاجعہ آپ پر قیامت بن کر گرا۔ کئی ماہ تک آپ افسردہ و پژمردہ رہے، جونہی سکون ہوا تو حصول علم کی چنگاری جو حوادث و آفات کی راکھ تلے دبی ہوئی تھی۔ پھر سلگ پڑی، چنانچہ آپ پھر حصول علم پر کمربستہ ہو گئے۔

جامعہ رشیدیہ رائے پور جالندھر میں داخلہ

آپ طویل سفر کر کے رائے پور جالندھر کی قدیمی درسگاہ جامعہ رشیدیہ میں ۱۷ شوال ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء کو داخل ہو گئے۔ اس دور میں یہ درسگاہ برصغیر کا ممتاز علمی مرکز تھا۔ یہ مدرسہ ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر قائم کیا گیا۔ وہاں کے صدر مدرس حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب نے نیک فطرت نونہال کو پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہ نیک بخت بچہ بلند اقبال کا حامل ہے۔ آپ نے پہلے ہی سال میں فارسی، علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ اور ادب کی تمام ابتدائی کتب ختم کر ڈالیں۔

۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں آپ نے تھانہ بھون کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ظلِ عاطفت میں نصابی کتب پڑھیں۔ پھر ۱۹۲۲ء میں حضرت تھانویؒ کے حکم پر آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم کاندھلہ میں داخلہ لیا۔ حضرت تھانویؒ نے ایک مکتوب میں لکھا کہ بچہ نہایت ہونہار اور سعید ہے۔ اس پر خصوصی توجہ دی جائے۔

یہاں آپ نے مولانا اسماعیل صاحب، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب، اور مولانا غلام محمد صاحب صدر مدرس سے مختصر المعانی اور دیگر کتب پڑھیں۔

رائے پور جالندھر میں دوبارہ آمد

ایک سال کاندھلہ میں گزارنے کے بعد وطن سے دوری اور بعض گھریلو وجوہ کی بنا پر دوبارہ ۱۹۲۳ء کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ جامعہ رشیدیہ رائے پور ضلع جالندھر میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ آپ کے ہم سبق تھے۔ وہاں آپ نے مولانا خیر محمد صاحب جالندھری سے مشکوٰۃ شریف کے بعض ابواب اور جلالین شریف کا کچھ حصہ پڑھا۔ پھر بعض معاشی الجھنوں کی وجہ سے سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ اور اسکول میں ملازمت کرنا پڑی۔ چنانچہ آپ ساہیوال کے نواحی گاؤں "مدرتی ٹبی" کے پرائمری اسکول میں بطور مدرس تعینات ہو گئے۔ چند سال بعد ایک قریبی گاؤں چک ۹۵ آر کے ایک متدین گھرانہ میں آپ کی شادی خانہ آبادی کی تقریب سعید انجام پائی چونکہ آپ کے قلب مبارک میں دینی تعلیم کی تکمیل کا جذبہ کارفرما تھا اس لیے اس جذبۂ صادقہ کے تحت ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں ملازمت کو خیر باد کہہ کر آپ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہو گئے۔ اس سفر میں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں سو وہاں آپ نے ایک سال قیام کیا۔ دورانِ تعلیم آپ غیر معمولی ذہانت و قابلیت کی بنا پر اپنے یوپی کے رفقاء کو اعادہ و تکرار کروایا کرتے تھے آپ کے اس زمانہ کے ساتھیوں میں مولانا سید شمس الحق تھانوی سابق خطیب مسجد خضراء صدر کراچی، مولانا محمد احمد تھانوی سکھر والے اور مولانا محمد امین تھانوی

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مظاہر العلوم میں داخلہ

اگلے سال ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں آپ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوگئے۔ یہاں آپ نے ملاحسن اور ادب کی بعض کتابیں پڑھیں یہاں بھی آپ اپنے رفقاء درس سے فائق و برتر رہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ علم میراث کی مشہور و معروف کتاب سراجی کے امتحان کے سوالات میں سے ایک سوال نہایت پیچیدہ اور مشکل تھا۔ بفضلہ تعالیٰ میں نے اس دقت طلب سوال کو نہایت عمدگی اور خوبی سے حل کیا اور اس الجھن کو سلجھا کر سب سے پہلے پرچہ حل کر کے اٹھ آیا جب کہ باقی تمام رفقاء سوال کے گرداب میں پھنسے ہوئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں آپ نے برصغیر پاک و ہند کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم میں داخلہ لیا پہلے سال منطق و فلسفہ اور ادب و ہیئت کی امتحانی اور اعلیٰ کتب پڑھیں دوسرے سال ۱۳۵۲ھ میں آپ نے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اور شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چک ۱۱/۶-آر میں امامت و خطابت

آپ نے ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد چند احباب کے شدید اصرار پر ضلع بہاول نگر کے ایک قصبہ چک ۱۱/۶-آر میں تشریف لا کر امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ آپ کی اس گاؤں میں تشریف آوری سے قبل علاقہ ہٰذا میں کوئی مستند عالم نہ تھا آپ کے علم و فضل کی شہرت سن کر تشنگانِ علوم آپ سے فیض یاب ہونا شروع ہوئے۔ یہاں آپ نے جلالین اور مشکوٰۃ شریف تک کتب کا درس دیا۔

مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کا قیام

۱۹۳۶ء میں آپ کے قلب مبارک میں لوگوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لیے ایک باقاعدہ دینی ادارہ کے قیام کا جذبہ بڑی شدت سے موجزن ہوا۔ چنانچہ اس سال آپ نے چک ۱۱/۶-آر میں ایک باقاعدہ دینی ادارہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

کچھ عرصہ بعد احباب کے مشورہ سے یہ ادارہ فقیر والی منتقل کر دیا گیا اس لیے کہ فقیر والی کو اس علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کے منتظم شیخ شیر محمد صاحب نے ایک ایکڑ اراضی مدرسہ کو عطیہ کر دی پہلے یہاں ایک کچی مسجد تھی۔ اس کے ملحقہ مدرسہ کا باقاعدہ کام شروع کر دیا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ آج تک

حضرت موصوف کا یہ فیض عام جاری وساری ہے۔ آج وہی مدرسہ بحمد اللہ پاکستان کے مرکزی مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ ہزاروں لوگ قرآن وسنت کے علوم سے بہرہ ور ہو کر اندرون ملک اور بیرون ملک شجر اسلام کی آبیاری میں مشغول ہیں۔

اوصاف وکمالات مولانا موصوف علم وفضل، ذہانت وفطانت، سنجیدگی ومتانت فصاحت وبلاغت عاجزی وانکساری، فروتنی وخاکساری دلیری وشجاعت کا۔ ایک نادر نمونہ تھے توکل واستغناء اور شفقت ونرمی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ دنیا کی حرص اور لالچ سے آپ کا قلب مبارک بالکل مبرا تھا۔ آپ کے اوصاف وکمالات کے تفصیلی اظہار کے لیے ایک دفتر درکار ہے، فی الحال چند اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

وفات حسرت آیات ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ بروز پیر آپ کے انتقال پر ملال کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ مگر آپ کے قائم کردہ ادارہ کے علم و عرفان کی نورانی کرنیں سورج کی طرح پوری دنیا پر پڑ رہی ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہیں۔

حضرت موصوف کی وفات کے بعد ۲۸ فروری ۱۹۸۱ء کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس میں باتفاق رائے مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی آپ کے تیسرے صاحبزادے کو مدرسہ ہذا کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ بلاشبہ اپنے والد ماجد کے جمیع کمالات کا عکس جمیل ونقش جلیل ہیں۔ آپ علم دوست اور معقولیت پسند ہیں۔ آپ نے اعلیٰ ذہانت اور بے مثال استقامت اپنے والد مرحوم سے ورثہ میں پائی ہے اس لیے مدرسہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے آپ کے دور میں دو منزلہ نیا کتب خانہ تعمیر ہوا ہے۔ مزید اضافہ یہ ہوا ہے کہ بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک بہت بڑا ادارہ جامعہ تعلیم البنات کے نام قائم کیا گیا، جس کا ۹ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۹۰ء کو افتتاح کیا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ جامعہ تعلیم البنات میں درجہ حفظ وناظرہ کے علاوہ الشہادۃ العالمیہ مساوی ایم اے عربی واسلامیات تک دینی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئی ہوئی ۲۵۰ سے زائد طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

غرضیکہ آپ کے بارہ سالہ دور اہتمام میں جامعہ ہذا نے ہر اعتبار سے ترقی کی ہے۔

اچھا کیا ؟ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ؟

ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی

بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنا چاہیئے یا نہی عن المنکر (برائی سے روکن چاہیئے شاید یہ حضرات یوں سمجھنے ہوں گے کہ دو چیزیں جدا جدا ہیں نہیں! امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا قرآنی حکم اور فرض ہے یہ دونوں لازم وملزوم کی طرح ہیں، ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ مواقع اور حالات کو مد نظر رکھ کر جس وقت جس کی ضرورت ہو، استعمال کرے۔ یہ نہیں کہ ہر وقت ہر جگہ ہمیشہ امر بالمعروف کے حصہ کو پکڑے رکھے جیسا کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ کرتے اور کہتے ہیں اور جب نہی عن المنکر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنے دامن کو بچائے اور گریز کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ دو پہیے والی گاڑی ہے۔ دو پہیے والی گاڑی اسی وقت گاڑی کہلائے گی اور سلامت رہے گی جب تک اس کے دونوں پہیے سلامت ہوں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک پہیہ پنچر ہو چکا ہو اور لوگ اس گاڑی کو لنگڑی لولی چلاتے رہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں ہے (مفہوم) "جب برائی دیکھو تو ہاتھ سے تبدیل کر دو، بدل دو۔ یعنی ہاتھ کی قوت اور طاقت ہو تو ہاتھ استعمال کرکے اس برائی کو بدل دو، روک دو، تبدیل کر دو یعنی مٹا دو۔۔۔۔ اور اگر یہ قدرت قوت اور طاقت نہیں ہے تو زبان سے مٹا دو (ایک حدیث میں ہے کہ ظالم وجابر حاکم کے سامنے حق بات کہنا جہاد اکبر ہے) اور اگر یہ بھی قدرت نہیں تو دل سے تغیر کر دو، مٹا دو یعنی دل میں یہ مصمم ارادہ کر لو اور وقت وموقع کی تلاش میں رہو کہ جب بھی ہاتھ اور زبان کی قدرت حاصل ہو گی، اس برائی کو مٹا دوں گا۔۔۔۔ اور یہ ایمان کا ادنیٰ حصہ ہے" معلوم ہوا کہ جس طرح امر بالمعروف کرنا فرض ولازم ہے اسی طرح نہی عن المنکر بھی فرض ولازم ہے۔ قدرت وطاقت اور وسعت وقوت رکھتے ہوئے برائی کو نہ روکے، وہ شریعت کی اصطلاح میں ظالم ہوگا اور ظالموں کو قرآنی حکم میں کہا گیا "اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ) میں ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔" (بیان القرآن ص ۲۵۳) ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے جاننے والے ہیں۔" (بیان القرآن ص ۲۲۳) یاد رکھیے۔ جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو بشیر (بشارت دینے والے) بنا کر مبعوث فرمایا وہاں آپ کو نذیر (ڈرانے والے) کا ہتھیار بھی عنایت کہ جب بشیر والی صفت کی ضرورت پڑے تو بشارت دیکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ اور جب ڈرا کر لوگوں کے قلوب میں خدا کا خوف پیدا کرنے کی ضرورت پڑے تو نذیر والے ہتھیار کو استعمال کریں۔ قرآن کریم میں جہاں آپ کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ "آپ رحمۃ اللعٰلمین بنا کر لوگوں پر مہربانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں" (مفہوم الانبیاء ۲۱: ۱۰۷) وہاں اسی قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ "اے نبی! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے" (التوبہ ۹: ۷۳) اس سے پتہ چلا کہ جس طرح امر بالمعروف ضروری ہے اسی طرح نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔ اس امت کی شان اعتدال کی ہے اس میں افراط وتفریط کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب اس امت کے بارے میں یہ کہا گیا کہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃ تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امر ونواہی دونوں کو واضح کیا گیا ہے۔ اگر ان میں سے ایک جز پر تو اصرار کیا جائے اور دوسرے سے نہ صرف یہ کہ صرف نظر کی جائے بلکہ نہی عن المنکر کرنے والوں کو برا سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ امت خیر امت کے مقام پر فائز نہیں رہ سکتی۔

رُوح افزا

بے شمار خوبیوں اور خواص کا حامل مشروب

مقابلتاً با کفایت بھی

رُوح افزا ہماری تہذیب ہے!

رُوح افزا ہماری ثقافت ہے!

ہمدرد نے اس تہذیب و ثقافت کی حکمت اور حفاظت رُوحِ فکر کے ساتھ کی ہے۔ ہر حال میں بلند معیار کو برقرار رکھا ہے۔ اجزائے خام کی گرانی پاکستان کی ایک اقتصادی و [illegible] مجبوری ہے، با ایں ہمہ مقابلتاً ہمدرد کا منافع قلیل تر [illegible] اور جائز منافع بھی الحمدللہ مدینۃ الحکمت کی [illegible] کو واپس کر رہے ہیں۔ مدینۃ الحکمت آج کی آواز بھی ہے اور [illegible] حقیقت بھی، جب دنیا اعتراف کرے گی کہ سرزمینِ پاکستان پر ایک شہرِ علم و حکمت نے وجود حاصل کیا ہے جو ایک علمی و عالمی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جسے اہلِ پاکستان نے بنایا ہے۔

رُوحِ پاکستان ۔ رُوح افزا

راحتِ جان **رُوح افزا** مشروبِ مشرق

مدینۃ الحکمت تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adarts-HRA-3/94

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

البرکات المکیہ فی الصلوات النبویہ

تالیف: شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی صفحات ۲۲۸ - ہدیہ! درج نہیں۔

ناشر ادارۃ التصنیف والادب، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ مسلم ٹاؤن لاہور۔ علمی دنیا شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی سے اچھی طرح متعارف ہے موصوف صف اول کے کامیاب مدرس، جید فاضل اور محقق مصنف ہیں ان کی عظیم علمی تحقیقی اور تاریخی کاوشوں کی ایک دنیا معترف ہے عربی زبان دانی اور انشا پردازی میں وہ برصغیر کے شکیب ارسلان ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے سانحہ ارتحال پر اُن کا عربی قصیدہ فتح الصمد بنظم اسماء الاسد عربی نظم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اور بظاہر آسان نہیں کہ آئندہ بھی کوئی ان کی راہ چل سکے۔ اسلام کی نگاہ میں کسی شخص کا محض عالم فاضل ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا جب تک کہ علم وفضل اور دانش وآگہی کے ساتھ تقویٰ نیکوکاری اطاعت اور عشق رسول بھی شامل نہ ہوں مولانا روحانی بازی کو اللہ نے علمی تبحر کے ساتھ ساتھ جذبہ عشق سے معمور دل بینا اور اطاعت رسول سے پرنور ذہن رسا کی لازوال دولت سے بھی نوازا ہے البرکات المکیہ اسی کا ایک عکس جمیل بلکہ شاہد عدل ہے اس کتاب میں بھی وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی راہ چلے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ۸۰۵ اسماء مبارکہ پر سولہ سو صلوات لاتے ہیں اس کتاب کو ایک مرتبہ پڑھے تو اسے فرشتوں کی جانب سے ایک نیل اور ساٹھ کھرب صلوٰۃ وسلام کے ثواب کی سعادت حاصل ہوگی (جب فرشتوں کی کم سے کم تعداد ایک ارب فرض کر لی جائے) اس کتاب کو مسجد نبوی میں ایک مرتبہ پڑھنے پر ۸۰ ملیوں، مسجد الحرام میں پڑھنے والے کو ۱۶۰ ملیوں درود وسلام کا اجر وثواب حاصل ہوگا جسے مولانا نے احادیث نبوی سے ثابت کیا ہے شائقین تفصیلات اور دلائل کتاب کے مقدمہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں مولف نے مفصل مقدمہ لکھا ہے جس میں درود شریف کے فضائل اور اس سلسلہ کے احادیث کی جامع توضیح کی گئی ہے الغرض کتاب کیا ہے عشق ومحبت کا خزینہ، معرفت و والہیت کا گنجینہ اور محبین مخلصین کے لیے ایک ہدیہ ثمینہ ہے۔

کاغذ عمدہ آرٹ پیپر، طباعت رنگدار کلر سکیم جاذب قلب ونظر جلد بندی مضبوط الغرض مضامین کی طرح طباعت بھی مرداں چنیں میں کنند کا مصداق ہے۔

منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی جلد خامس

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم۔

صفحات ۴۴۲۔ قیمت ۲۲ روپے ناشر: موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ العالی اپنی مقبول عام درسی شرح منہاج السنن کے حوالے سے علمی اور درسی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، ویسے دارالعلوم حقانیہ میں افتاء تدریس اور علمی و دینی اور روحانی خدمات کے حوالے سے انہیں اللہ نے جو مقام بخشا ہے وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے، منہاج السنن، ترمذی کی مختصر جامع، مفید عام اور مقبول درسی شرح ہے اس کی پہلی چاروں جلدوں کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکی ہیں، شائقین اور طلبہ و مدرسین کا اصرار تھا اور یہ تمنا کہ یہ سلسلہ مکمل ہونا چاہیئے خدا کا شکر ہے حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اب اس کی پانچویں جلد بھی مکمل کرلی ہے جس میں ابواب البیوع سے ابواب اللباس تک مباحث آگئے ہیں انداز تحریر سادہ، سلیس واضح درسی و تدریسی بیان مذاہب، بیان ادلہ، ترجیح راجح مسلک احناف کے مستند مویدات مستند اور قوی ترین مآخذ سے استدلالات الغرض ہمہ پہلو حاوی شرح ہے ہماری دلی دعا ہے کہ یہ شرح مکمل ہو اور علمی و دینی اور درسی حلقے اس سے بھرپور استفادہ کریں

اصلاح مفاہیم

تالیف: فضیلۃ الشیخ سید محمد بن علوی، صفحات ۲۶۴۔ قیمت درج نہیں
ناشر: مکتبہ حکمت اسلامیہ نظارۃ المعارف نوشہرہ صوبہ سرحد۔

دین اسلام آسان، فطری اور افراط و تفریط سے پاک ایک اعتدال والا مذہب ہے، اس میں کسی قسم کی کجی اور مشکل نہیں۔ بعض مسائل میں لوگوں نے جان بوجھ کر یا جہالت کی وجہ سے اختلاف کی ایک دیوار قائم کردی جس کی وجہ سے کم فہم اور لاعلم حضرات شک و شبہ میں مبتلا ہوگئے۔ اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے۔ لیکن اصولی مسائل میں اور ایسے مسائل و عقائد جن کے بارے میں واضح نصوص موجود ہیں۔ ان میں اختلافی راہ نکالنا محض ہٹ دھرمی ہے جاننے والے جانتے ہیں کہ ہر دور میں اللہ نے دردمند اہل دل علماء پیدا کیے جو مذہب اسلام کی صحیح تعبیر کرتے ہیں ان کی تشریحات کو پڑھ کر اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ قاری محمد طیب صاحب نے اسی قسم کی ایک کتاب مسلک علماء دیوبند کے نام سے لکھی ہے زیر نظر کتاب اصلاح مفاہیم "مفاهِيم يَجِبُ اَنْ تُصَحَّحَ" فضیلۃ الشیخ العلامہ المحدث محمد بن علوی المکی المالکی الحسنی خادم العلم بالحرمین الشریفین کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ کتاب کے محتویات میں مصنف نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے اور

اہل سنت والجماعت کے مسلک کی صحیح تعبیر وتشریح کی ہے۔

کتاب کے تین ابواب ہیں۔ پہلا باب عقائد دوسرے میں نبوت اور آثار مبارکہ سے برکت اور تیسرے باب میں حیات برزخ کا بیان ہے۔ ان ابواب کے ضمن میں بہت سے ایسے مسائل کا قرآن وحدیث اور اور روایات کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک تشویش والے ذہن کے لیے تشفی ہے، خاص کر ان مسائل میں جن کے بارے میں برصغیر پاک وہند میں کافی عرصہ سے اختلاف چلا آرہا ہے مثلاً استعانت، توسل، تبرک، زیارت قبور، تصوف، کشف وکرامت، حیات برزخیہ، مولد النبیؐ اور بدعت وغیرہ پر سیر حاصل بحث ہے۔ کتاب کے مصنف حرمین شریفین کے راسخ فی العلم مسلم الثبوت عالم ہیں۔ اس کتاب پر مکہ، مدینہ، مصر اور پاکستان کے نامور علماء کی تقریظات بھی ہیں، جس کی وجہ سے کتاب کی ثقاہت بڑھ گئی اور قابل اعتماد ہوگئی ہے، امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اگر اختلافات ختم نہیں ہوتے تشدد میں نرمی کا پہلو ضرور پیدا ہوگا۔

حضرت مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی فاضل حقانیہ بھی اہل علم اور علمی برادری کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کتاب کے ترجمہ واشاعت میں مخلصانہ دلچسپی لے کر یہ کتاب اہل علم حضرات تک پہنچانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ واجرھم علی اللہ۔

تعارف تجوید

تصنیف۔ مولانا قاری محمد سلیمان حقانی۔
قیمت: ۱۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ عثمانیہ۔ ایچ۔ ایم۔ سی۔ ٹیکسلا

فن تجوید پر عربی اور اردو کے رسالے ملتے ہیں۔ جن میں تجوید کے مسائل کو اچھی طرح بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حال ہی میں دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا قاری محمد سلیمان صاحب نے اس فن میں اردو زبان میں حفظ وقرأت کے مبتدیوں کی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین اور آسان رسالے کا اضافہ کیا ہے۔ قرأت کی متداول کتابوں کے پڑھانے سے قبل اگر اساتذہ کرام یہ رسالہ مبتدیوں کو سبقاً پڑھا کر یاد کرادیں تو آئندہ کتابوں میں بہت تیزی کے ساتھ ترقی کریں گے۔ کیونکہ یہ کتاب ایک ماہر اور تجربہ کار مجود کی محنتوں کا عطر ہے۔ جو مسلمانوں کے بچوں کو حفظ وقرأت پڑھانے کے لیے دردِ دل رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت نصیب فرمائے آمین۔

REGD. NO. P_90

AL-HAQ

فرمانِ رسولؐ

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)